علیگڈھ منتھلی

نمبر ۱	جنوری ۱۹۰۷ء	جلد ۵

الحجاب فی القرآن

(سورۂ نور، تفسیر آیت "غض بصر" مع حواشی از تفسیر کبیر)

تمہید

ہم ناظرین علیگڈہ منتھلی سے اس امر کی معافی چاہتے ہیں، کہ آج ہم اُن کی خدمت میں ایک ایسا مضمون پیش کرتے ہیں، جو سراپا مُلایانہ رنگ میں ڈوبا ہوا ہے، اور جس میں سر سے پیر تک تقلید ہی تقلید کی جھلک نظر آتی ہے، اور بجز روایت کشی و نقل آرائی متقدمین کے اور کچھ نظر نہیں آتا لیکن ہم یہ ڈھنگ اختیار کرنے پر مجبور کیے جاتے ہیں، اور ہمارے مدعیان مقتدائیت اسی قسم کے مضمون پیش کر کے ہمارا معیار دماغی گھٹاتے ہیں، اور ہم کو اجتہاد و تنقید کے میدان سے ہٹا کر تقلید و انسان پرستی کی گھاٹیوں میں ڈھکیلتے ہیں کیونکہ جب ہم نے سنہ ۱۹۰۳ء میں "علیگڈھ منتھلی" میں "مسلمانوں میں پردہ" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا، اور صرف قرآن سے یہ دکھلایا کہ جن آیتوں کے الفاظ سے "حجاب" پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اُنکے

"لغوی" اور تاریخی مفہوم میں اجنبیوں سے منہ کا چھپانا داخل نہیں ہے، اور اس قسم کی سب آیتوں کے ملانے سے، باصول تفسیر القرآن بالقرآن، "حجاب" کے معنی "لباس ساتر" کے قرار پاتے ہیں، اور اباحت کشف وجہ میں اجانب و غیر اجانب دونوں مساوی ہیں، اور آیات شعر "حجاب" کے علاوہ قرآن کی اور آیتوں سے بھی کشف وجہ نساء مسلمین کا تعامل اور جواز ثابت ہوتا ہے، تو اس مضمون کی اشاعت ایک عرصہ کے بعد "الندوہ" میں جسکا مقصد قوم میں دوبارہ "اجتہادی قوت" کا پیدا کرنا ہے، پردے کی حمایت میں ایک بحث پرانا، اور اپنے مقصد اولی کے خلاف ایک مقلدانہ مضمون شائع ہوا۔ جس میں صرف دو ایک تفسیروں سے منہ چھپانے پر استدلال کیا گیا ہے، اور بلا وساطت غیرے قرآن کی تہ تک پہنچنے کی کوشش سے اغماض کیا گیا ہے۔

یہ مضمون اب سے پندرہ برس پہلے، یا اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ ہوا "پردہ کی تاریخ" کے عنوان سے شائع ہوا تھا، جس میں صرف چند عربی اشعار سے پردے کے وجود پر استدلال کیا گیا تھا۔ اور اُسکے مذہبی پہلو سے بحث نہیں کی گئی تھی۔ ہمنے اس مضمون کی نقل اُسی زمانہ میں اخبار "سرمورگزٹ" ناہن میں پڑہی تھی۔ اور چند سال ہوئے کہ یہ مضمون حیدرآباد دکن کے رسالہ "معلم نسواں" میں بھی نقل کیا گیا تھا۔ البتہ اب حال میں جب یہ مضمون دوبارہ علامہ مضمون نگار کے نام سے "الندوہ" میں شائع ہوا۔ تو اُسکے اول و آخر میں کچھ ترمیم و ایزادگی گئی۔ شروع میں سے اُسکے وہ فقرے نکال دیے گئے جن میں یہ دعوی کیا گیا تھا کہ مسلمان پردے کے موجد ہیں اور انہیں کو اسکا فخر حاصل ہے۔ اور آخر میں، پہلے اڈیشن کے مقابلہ میں، یہ ایزادگی گئی، کہ دو ایک تفسیروں کی عبارتیں توڑ موڑ کر نقل کی گئیں۔ اور ضمناً علامہ امیر علی کے مبلغ علمی و تاریخی پر بھی حملہ کیا گیا۔ اور اس تردید میں علامہ امیر علی کا وہ اقتباس نقل کیا گیا، جو ہمنے "مسلمانوں میں پردہ" کے عنوان والے مضمون میں نقل کیا تھا۔

جب پُرانی کڑہی میں اُبال ہی آیا، اور پندرہ برس پہلے کا مضمون شائع کیا گیا تو چاہیے یہ تھا کہ اس مدت میں زمانے نے "عالم نسواں" پر جو کچھ روشنی ڈالی تھی۔ اُنکے متعلق جو لٹریچر پیدا کیا تھا، اور اُسکے مختلف پہلوؤں پر جو کچھ تحقیقات کی تھی، اور جو غلط فہمیاں قدیم سے پھیلی ہوئی تھیں اُنکے دور کرنے میں جو کچھ کوشش کی تھی، اور مذہب اسلام نے عورت کو جو کچھ پوزیشن دیا تھا اُس پر سے جہالت و تعصبات کے پردے اُٹھانے میں جو پیشقدمی کی تھی، اُن سب سے اُس مضمون کی دوسری اشاعت میں فائدہ اُٹھایا جاتا، اور بجائے مفسروں کی رائیں نقل کر دینے کے، حسب اقتضار و مناسبت شان علامیّت، قرآن کے مغز تک پہنچنے کی کوشش کیجاتی، اور لوگوں کو اس جادے پر چلنے کا عادی بنایا جاتا، اور اُسکے الفاظ سے صراحت کے ساتھ پردے کی صورت، نوعیت اور وضع و قطع تبلائی جاتی، لیکن کیا گیا تو یہ کیا گیا، کہ جو دماغ قوم کو سطح اجتہادی پر لانا چاہتا ہے، خود اُسنے لوگوں کی رائے کو مشعل راہ ہدایت بنایا، اور اُن بہت سی نفرتوں کے محو کرنے میں، جو عوام انسان پرست اور قدامت پسند گروہ میں "ندوہ" اور "الندوہ" کی مذبوحی حرکت پیشقدمی پر پھیلی ہوئی ہیں، پردے کی حمایت کے مسئلے کو رٹڑ کی جگہ استعمال کیا گیا، اور اس مسئلے میں عوام جہلا کی ہم زبانی سے کفارۂ معصیت کا کام لیا گیا، اور قوم کے نصف حصے کی خداداد پوزیشن کو دنیا سے نیست کر دیا گیا، یہ اُن دماغوں کی رفتار ہی جو احیار علوم قدیمہ اور تطبیق فلسفۂ قدیمہ و جدیدہ کے پیرو ہیں، اور خود عوام پرستی کے گرداب میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

ہم افسوس کرتے ہیں کہ ہم کو بھی اس مضمون میں، جو آج پیش کیا جاتا ہے، وہی ڈہنگ ختیار کرنا پڑا، اور بجائے اجتہادی طریقہ استدلال کے متقدمین علما اور مفسرین کی رائیں مسئلہ "حجاب" کے متعلق ایک جگہ جمع کر کے عام مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا پڑیں، اور یہ دکھلانا پڑا کہ اگر کوئی ایک آدہ مفسر یا عالم عورتوں کے مُنہ چھپانے کا قائل ہے تو دوسری طرف مستند علما اور مفسروں کا ایک جم غفیر ہے، اور انہیں میں فخر الاسلام

امام رازی بھی ہیں، ان سب کی رایوں کے دیکھنے سے بالاتفاق یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اجانب سے عورتوں کا منہ چھپانا نہ قرآن کے لفظوں سے مستنبط ہوتا ہی۔ نہ جناب رسالت مآب کے زمانے میں کسی نے یہ سمجھا، نہ قرون اولیٰ کے تعامل سے یہ ثابت ہوتا ہے اور نہ مفسروں نے قرآن کے الفاظ سے یہ مفہوم نکالا ہی۔ ہمنے ان تمام پہلوؤں کو اپنے مضمون "مسلمانوں میں پردہ" میں نہایت وضاحت سے دکھلایا ہی، جو ۱۹۰۳ء میں "علیگڈھ منتھلی" میں شائع ہوچکا ہی۔

جو مضمون آج شائع کیا جاتا ہی، وہ علاوہ طویل ہونے کے، قدیم طرز استدلال کا ایک نمونہ ہی، کیونکہ یہ مضمون امام رازی کا ہی، جو اُن کی تفسیر کبیر سے لفظ بلفظ اور مسلسل ترجمہ کیا گیا ہی، اور ہم نے جہاں کچھ لکھنا ضروری سمجھا ہی، اُسکو بطور حاشیہ کے لکھا ہی، اور متن تفسیر میں بالکل دخل نہیں دیا ہی۔

یہ مضمون صرف سورۂ نور کی تیسویں اور اکتیسویں آیت "غض بصر" کی تفسیر ہی، جس میں صرف "غض بصر اور استعمال خمار بر جیوب" کی ہدایت کی گئی ہی، امام رازی نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں اور بہت سے فقہی مسائل بھی بیان کر دیئے ہیں، جن میں سے بعض کو نفس مسئلہ "حجاب" سے کچھ تعلق نہیں ہی، لیکن ہم نے اُن سب کو بجنسہ اُردو میں لکھدیا ہی، تاکہ حذف اور قطع وبرید کا خدشہ نہ کیا جاسکے، اگرچہ انکے پڑھنے سے بہت سی طبائع منقبض ہونگی۔

آخر میں بطور ضمیمہ کے اور مشہور مفسروں کی رائیں بھی "الا ما ظہر منہا" کے متعلق نقل کر دی گئی ہیں، تاکہ اس سبجکٹ پر اکثر مستند رائیں اس مسئلے کے طلبا کو ایک جگہ مل سکیں یہ سب رائیں ملتی جلتی ہیں، بلکہ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہی کہ اور دوسری تفسیروں میں بھی اس آیت کے تحت میں انہیں کے ہم معنی مضامین ملینگے۔

ہمارا ارادہ ہی کہ قرآن میں جسقدر "آیات حجاب" ہیں اُن کی تفسیر قدیم مستند مفسروں

کی زبان سے کرائی جائے، اور پھر اُن پر محاکمہ کیا جائے تاکہ جو لوگ مذہبی اور منقولی پہلو سے اس مسئلہ کی اسٹڈی کرنا چاہیں، اُنکو اس سے پوری مدد مل سکے، کیونکہ ابھی تک اُن لوگوں کا ایک گروہ کثیر موجود ہے، جو تمام مسائل معاشرت کو بجائے محک اقتضاءات زمانہ کے مذہبی معیار پر رکھنا چاہتے ہیں، اور صحیح مذہبی معلومات نہونے کی وجہ سے تمام سوشیل اصطلاحات میں سدراہ ہوتے ہیں۔

آیت

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ، ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ، إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۔ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ ، وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ ، وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ، وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ، وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ ، أَوْ آبَائِهِنَّ ، أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ ، أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ ، أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ ، أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ ، أَوْ نِسَائِهِنَّ ، أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ ، أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ، وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ ، لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۔

(سورہ نور ۲۴ ، آیت ۳۰ و ۳۱)

ترجمہ (اے پیغمبر) مسلمانوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اس میں اُنکے لیے زیادہ صفائی (قلب) ہے۔ (لوگ) جو کچھ بھی کیا کرتے ہیں اللہ کو (سب) خبر ہے۔

اور (اے پیغمبر) مسلمان عورتوں سے کہو کہ (وہ بھی) اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں

کی حفاظت کریں، اور اپنے (مواقع) زینت (مطلقہ یعنی ظاہری اور پوشیدہ) کو ظاہر نہونے دیں، مگر جو کچھ اُس میں سے (عادۃً) کھلا رہتا ہو (یعنی مُنہ اور ہاتھ) اور اپنے گریبانوں پر دوپٹے (کے آنچل) ڈالے رہیں، اور اپنی زینت (خفیہ) کو (جو آنچل سے چھپائی جاتی ہے) ظاہر نہونے دیں، مگر اپنے شوہروں پر، یا اپنے باپ پر، یا اپنے خاوند کے باپ پر، یا اپنے بیٹوں پر، یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر، یا اپنے بھتیجوں پر، یا اپنے بھانجوں پر، یا اپنی (جیسی[1] تمام) عورتوں پر، یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی غلاموں) پر، یا متوسّلین[2] مردوں پر کہ جو بلا (نیت) خواہش شہوت (ساتھ رہتے) ہیں، یا لڑکوں پر کہ جو عورتوں کی شرمگاہ[3] (کے افعال) سے (ابھی تک) آگاہ نہیں۔ اور عورتیں (چلنے میں ایسے) دھماکے سے اپنے پیر (زمین پر) نہ رکھیں کہ لوگوں کو اُن کی اندرونی زینت (یعنی زیور) کی خبر ہو۔ اور مسلمانوں! تم سب اللہ کی جناب میں (جاہلیت کی رسموں سے) توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ (سورۂ نور ۲۴ آیت ۳۰ و ۳۱)

تفسیر۔ امام رازی اس آیت کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں کہ

جاننا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ نے جس طرح مردوں کو "غض بصر" اور حفظ "فروج" کا حکم دیا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی حکم دیا ہے، لیکن اُن کو اتنا حکم اور دیا ہے کہ وہ اپنی زینتیں سب پر ظاہر نہ کیا کریں، مگر خاص خاص مردوں پر۔

قولہ تعالیٰ "یغضوا من ابصارھم" اس جگہ چند مسائل ہیں۔

---

[1] آگے چلکر اسی آیت کی تفسیر میں تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ "المراد نسائھن جمیع النساء وھذا ھو المذھب" یعنی نسائھن سے تمام جنس نساء مراد ہے، اور یہی مذہب ٹھیک ہے۔ اور جو عورتوں سے مسلمان عورتیں مراد لیتے ہیں وہ استحباب اولویت پر مبنی ہے۔ اختر

[2] مولوی نذیر احمد صاحب نے لفظ "تابعین" کا ترجمہ "خدمتیوں" کیا ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے "طفیلیاں" کیا ہے۔ مگر ہمنے لفظ "متوسلین" اختیار کیا ہے جو اپنی اصلی وسعت پر دلالت کرتا ہے۔ اور دونوں معنیوں پر حاوی ہے۔ خستر۔

[3] شاہ ولی اللہ صاحب نے لفظ "عورات" کا ترجمہ "شرمگاہ" کیا ہے۔ خستر۔

(۱) مسئلہ اول۔ (امام صاحب نے مسئلہ اول میں لفظ "من" کی نسبت صرف نحوی بحث کی ہے۔

(۲) مسئلہ ثانی۔ چھپانے کی چیزوں میں چار قسم کی نسبتیں ہیں، یعنی،

(۱) مرد کا ستر مرد سے،

(۲) عورت کا ستر عورت سے،

(۳) عورت کا ستر مرد سے، اور

(۴) مرد کا ستر عورت سے،

(۱) مرد کا ستر مرد سے

مرد کو مرد کا تمام بدن دیکھنا جائز ہے، مگر مقام ستر۔ (مرد کا مقام ستر) ناف اور گھٹنے کے درمیان ہی۔ لیکن خود ناف اور گھٹنہ داخل ستر نہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ کے نزدیک گھٹنہ داخل ستر ہی، اور امام مالک کے نزدیک ران بھی ستر میں شامل نہیں۔ مگر دلائل اس بات کے موجود ہیں کہ ران بھی مقام ستر ہی۔ چنانچہ حذیفہ سے روایت ہی کہ جناب رسالت مآب مسجد میں اُن کے پاس تشریف لائے اور اُن کی (یعنی خدیفہ) کی ران کھلی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا" اپنی ران ڈھک لو، اسلیے کہ یہ مقام ستر ہی" اور نیز آپ نے حضرت علی سے فرمایا کہ" نہ اپنی ران کھولو، اور نہ کسی زندہ اور مُردہ کی کھلی ہوئی ران کو دیکھو"۔

اگر مرد مرد کا چہرہ یا تمام بدن کے دیکھنے میں شہوت کے برانگیختہ ہونے کا خوف کرے، مثلاً امرد کو دیکھکر، تو اُسکو بھی اُسکا دیکھنا درست نہیں۔ مرد کو مرد کے ساتھ ایک بستر میں لیٹنا بھی جائز نہیں۔ اگرچہ دونوں بستر کے ایک ایک جانب لیٹے ہوئے ہوں۔ ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ" نہ مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں شب باشی کرے، اور نہ عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں شب باشی کرے" (مواقع ہیجان طبع میں) معانقہ اور مُنہ پر بوسہ دینا بھی مکروہ ہی، مگر یہ کہ اپنے بچہ کا پیار سے مُنہ چوم لے، یا اُسکو گلے

لگائے۔ لیکن مصافحہ مستحب ہے[1]۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسالت مآب سے دریافت کیا کہ "جب ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملے، تو کیا وہ (تواضعاً) اُسکے لیے جُھک جایا کرے"؟ آپ نے فرمایا "نہیں" پھر اُسنے پوچھا "کیا گلے لگاکر اُسکو بوسہ دیا کرے"؟ آپ نے فرمایا کہ "نہیں" پھر اُسنے دریافت کیا کہ کیا ہاتھ میں ہاتھ لیکر اُس سے مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا کہ "ہاں"

(۲) عورت کا ستر عورت سے

عورت سے عورت کے ستر کا حکم بھی ایسا ہی ہے جیسا مرد سے مرد کا ستر۔ عورت کو عورت کا تمام بدن دیکھنا جائز ہے، مگر ناف اور گھٹنے کے درمیان کا جسم دیکھنا، اور مضاجعت جائز نہیں ہے۔

کیا عورت ذمیہ مسلمان عورت کا بدن دیکھ سکتی ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ مسلمان عورت کی طرح ایک ذمیہ بھی مسلمان عورت کا جسم دیکھ سکتی ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں[2]۔ اسلیے کہ وہ بہ حیثیت مذہب اجنبی عورت ہے۔ کیونکہ خدا نے (اسی آیت میں جہاں عورت کو عورت پر

---

[1] بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ بہائم طبع انسانوں کا تو انسانوں کی سوسائٹی تک میں آنا بھی کفر ہے، اسلیے کہ انسانیت کو اُن سے صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ چہ جائیکہ وہ لوگ جو انسانی ملاقات سے حیوانی ملاقات کے خواہشمند ہو جائیں، اُنسے تو ہاتھ ملانا بھی جائز نہ ہونا چاہیے۔ اختر

[2] عجیب تماشہ کی بات ہے کہ عورت ذمیہ کو جورو بنانا جائز، ماں بہن کے ساتھ گھر میں لاکر رکھنا جائز، مگر بدن کا دیکھنا ناجائز، اس بودے مسئلہ سے منافرت اخلاقی پیدا ہو کر تدبیر منزل میں جو مشکلات پیدا ہوں گی، اُن کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اگر یہ باتیں ہوتیں تو اسلام ایک ذمیہ عورت کو خاندان کا رکن بنانے کی کبھی اجازت نہ دیتا۔ اور اگر بدن سے مواقع ستر مراد ہیں، تو اُن کا چھپانا ایک مسلمان عورت سے بھی اُسی طرح فرض ہے کہ جیسا غیر مسلمہ عورت سے۔

اختر

کشف بدن کی اجازت دی ہے، وہاں) نسائھن[1] فرمایا ہے، یعنی "اپنی عورتیں"۔ اور عورت ذمیہ بوجہ اختلاف مذہب ہم میں شمار نہیں ہو سکتی۔

(۳) عورت کا ستر مرد سے

(یعنی مرد کن صورتوں میں عورتوں کے کس حصۂ جسم کو دیکھ سکتا ہے)

(۱) عورت یا تو اجنبی ہو گی۔

(۲) یا محرم۔

(۳) یا ستمتعہ (یعنی جس پر حق تصرف حاصل ہو)

(۱) اجنبی عورت کے احکام | اجنبی عورت یا تو آزاد ہو گی، یا باندی۔ اگر آزاد ہے تو اسکا تمام جسم داخل ستر ہے اور مرد کو اسکا منہ اور ہاتھ دیکھنے کے سوائے دوسرے حصہ جسم کا (بدون ساتر لباس کے) دیکھنا ناجائز ہے، اسلیے کہ عورت بیع و شری، اور لین دین کے واسطے اپنا منہ اور ہاتھ کھولنے کی محتاج ہے ہاتھ سے ہماری مراد، پہنچے تک، کف دست اور پشت دست ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ پشت دست بھی ستر میں داخل ہے، جاننا چاہیے کہ ہمارے ان دونوں قولوں میں کہ (۱) حرہ اجنبیہ کے بدن کا کوئی حصہ (علاوہ منہ اور ہاتھ کے) دیکھنا جائز نہیں ہے۔ (۲) مگر اسکا منہ اور ہاتھ دیکھنا جائز ہے، چند مستثنیات بھی ہیں۔

الکلام الاول - عورت کا منہ اور ہاتھ دیکھنا جائز ہے، اسکی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) اول یہ کہ اس دیکھنے میں نہ کوئی غرض ہو اور نہ فتنہ۔

---

[1] آگے چلکر خود امام صاحب لفظ "نسائھن" کی تفسیر میں "عام عورتیں" مراد لیتے ہیں، اور اسی کو صحیح مذہب قرار دیتے ہیں۔ خیر کوئی معنی ہوں، مگر ان دونوں صورتوں میں امام صاحب نے "حجاب" کے مسائل نہیں بلکہ "ستر" کے مسائل بیان کیے ہیں۔ اور بعض لوگوں نے عورت ذمیہ سے مسلمان عورت کے اس حصہ جسم کو چھپانے کی بھی رائے دی ہے جسکو وہ "صور مستثنیات فی القرآن" میں ظاہر کر سکتی ہے۔

پردہ کے مسائل تیسری اور چوتھی صورت سے شروع ہوتے ہیں، جس میں عورت و مرد کے باہم دیکھنے کا ذکر ہے۔ (مترجم)

(۲) یہ کہ غرض تو ہو مگر فتنہ نہ ہو، اور

(۳) تیسرے یہ کہ غرض اور فتنہ دونوں ہوں۔

(۱) پہلی صورت، یعنی جہاں نہ غرض ہو اور نہ فتنہ۔ اس صورت میں اجنبی عورت کے چہرے کی طرف قصداً بلا کسی غرض کے دیکھنا جائز نہیں، اور اگر دفعتاً نظر پڑ بھی جائے، تو اس الہامی فرمان کے مطابق آنکھیں نیچی کر لینا چاہییں کہ "قل للمومنین یغضوا من ابصارھم" بعض نے کہا ہے کہ اگر محل خوف نہو تو ایک مرتبہ کا دیکھ لینا جائز ہے، امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے مگر دوبارہ نظر ڈالنا جائز نہیں، اسلیے کہ خدا فرماتا ہے "ان السمع والبصر والفواد کل اولئک عنہ مسئولا" یعنی "کان، آنکھ اور دل ان سب سے بازپرس ہوگی" اور نیز جناب رسالتمآب نے فرمایا ہے کہ "اے علی! نظر کے بعد نظر مت ڈال، اسلیے کہ پہلی نظر تو تیری ہے، مگر دوسری نظر تیری نہیں" (یعنی دوسری نظر شیطانی ہے) جابر سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسالتمآب سے نظر فجاءۃ کا حکم دریافت کیا۔ آپنے فرمایا کہ "میں اپنی نظر پھیر لیا کرو"۔ چونکہ غالباً نظر اولی سے بچنا ناممکن ہے، اسلیے اختیاری اور غیر اختیاری دونوں نظریں معاف کی گئیں۔

(۲) دوسری صورت، یعنی جس جگہ غرض ہو اور فتنہ نہو، اُسکی بھی چند صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ اگر کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو وہ مرد اُس عورت کا مُنہ اور ہاتھ دیکھنے کا مجاز ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے انصار کی عورتوں میں سے ایک عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہی، جناب رسالتمآب نے اُس شخص کو حکم دیا کہ "اُس عورت کو دیکھ لے، اسلیے کہ انصار کی آنکھوں میں کوئی بات ہوا کرتی ہے"۔ اور نیز آپنے فرمایا کہ "جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت سے منگنی کرے، تو اُس مرد کو اُس عورت کے دیکھ لینے میں کوئی قباحت یا عیب نہیں"۔ اسلیے کہ وہ صرف منگنی کے لیے اُسکو دیکھتا ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے منگنی کی، جناب رسالتمآب نے مجھ سے دریافت کیا کہ "کیا تو نے اُسکو دیکھ لیا ہے؟" میں نے عرض کیا کہ "نہیں" آپنے فرمایا کہ "دیکھ لے،

کیونکہ یہ بات تم دونوں میں اُلفت قائم رہنے کیلیے نہایت ضرور ہی"۔

پس یہ تمام دلیلیں ہیں اس بات پر کہ اجنبی عورت کا منہ اور ہاتھ، بنظر شہوت، نکاح کی نیت سے دیکھنا جائز ہی، اور خدا کا قول بھی اس بات پر دال ہی، (جہاں اُسنے جناب رسالت مآب کو مخاطب کرکے فرمایا ہی) " لا یحل لک النساء من بعد، ولا ان تبدل بھن ولو اعجبک حسنھن"۔ یعنی " (اے پیغمبر! اسوقت کے) بعد سے (دوسری) عورتیں تم کو جائز نہیں، اور نہ یہ (جائز ہے) کہ اُن کو بدل کر دوسری بی بیاں کرلو، گو اُنکا حُسن (صورت)، تم کو (کتنا ہی) اچھا (کیوں نہ) لگے"۔ اور ظاہر ہی کہ عورتوں کا حسن، رسول اللہ کو، اُنکے منہ دیکھنے کے بعد ہی تعجب میں ڈال سکتا تھا۔

دوسرے یہ کہ مرد کو باندی کے خریدنے کے وقت، سوائے ستر کے، اُسکا تمام بدن دیکھنا جائز ہی۔

تیسرے یہ کہ بیع وشری کے وقت مرد آزاد عورت کے چہرے کو بنظر غور و تامل دیکھ سکتا ہے، تاکہ وقت ضرورت اُسکو پہچان سکے۔

چوتھے یہ کہ مرد شہادت کے وقت صرف عورت کا صرف چہرہ دیکھ سکتا ہی، اسلیے کہ شناخت چہرے ہی سے حاصل ہوتی ہی۔

(٣)، تیسری صورت، یعنی مرد شہوت کی نظر سے عورت کی طرف دیکھے۔ یہ ممنوع ہی۔ جناب رسالت مآب نے فرمایا ہی کہ " آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں"۔ جابرؓ سے روایت ہی کہ میں نے جناب رسالت مآب سے نظر فجارۃ کی نسبت دریافت کیا، آپنے فرمایا کہ " میں اپنی نظر پھیر لیا کروں"۔ اور بیان کیا جاتا ہی کہ توراۃ میں یہ لکھا ہی کہ " نظروں میں شہوت بیج بوتی ہی، اور اکثر شہوتوں سے بڑا بھاری صدمہ پہنچتا ہی"۔

الکلام الثانی۔ اجنبی مرد کو اجنبی عورت کا بدن (منہ اور ہاتھ کے علاوہ) دیکھنا جائز نہیں، مگر چند صورتوں میں۔

(۱) پہلی صورت، طبیب اس معالجے کی غرض سے اجنبی عورت کا بدن دیکھ سکتا ہی جیسے ختنہ کرنے والوں کو مختونؔ کی شرمگاہ کا دیکھنا جائز ہی۔

(۲) دوسری صورت، تحمل شہادت زنا کے لیے، زنا کرنے والوں کی شرمگاہوں کا نظر بالقصد سے دیکھنا جائز ہی۔ اور اسی طرح شہادتِ ولادت اور شہادت رضاعت کے لیے عورت کی شرمگاہ اور پستان کا دیکھنا جائز ہی۔

ابو سعید اصطخری کا قول ہی کہ مرد کو ان مواضع کا دیکھنا جائز نہیں، اسلیے کہ زنا کے صدمات پوشیدہ ہوتے ہیں، اور ولادت و رضاعت میں عورت کی شہادت قبول کیجا سکتی ہی، لہذا مرد کا شہادت کی غرض سے دیکھنا کچھ ضرور نہیں۔

(۳) تیسری صورت، اگر کوئی عورت پانی یا آگ میں گر پڑے، تو اُسکے بچانے کے لیے اُسکا بدن دیکھنا جائز ہی۔ ؎۲

اگر اجنبی عورت باندی ہی، تو بعض کے نزدیک اُسکا ستر ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے، سر، پہنچے، پنڈلیاں، گلا اور سینہ ستر سے خارج ہو گیا۔ علیٰ ہذا، اَمَہ کی پشت و شکم اور پہنچوں سے اوپر کے حصہ بدن کے ستر ہونے میں بھی علماء کا اختلاف ہی، مرد کو کسی حال میں باندی کا بدن چھونا جائز نہیں ہے، اور نہ باندی کو مرد کا، یہانتک کہ حجامت و اکتحال وغیرہ کی غرض سے بھی لمس جائز نہیں، اسلیے کہ لمس (ہیجان شہوت میں) نظر سے بہت زیادہ قوی (الفعل) ہی، اور اس کی دلیل یہ ہی کہ انزال المس روزہ کو توڑ دیتا ہے، اور انزال بالنظر نہیں توڑتا، لیکن امام ابو حنیفہ کا تو یہ قول ہے کہ اَمَہ کا وہ تمام حصہ بدن چھونا بھی جائز ہی، جسکا دیکھنا جائز ہے۔

؎۱ یہ ملحوظ رہے کہ عرب میں عورتوں کی ختنہ کا بھی دستور تھا۔

؎۲ امام صاحب شاید چھونے کا ذکر بھول گئے، اسلیے کہ کسی شخص کو پانی یا آگ سے بچانا بدون ہاتھ کی مدد کے کیسے ہو سکتا ہے ہاں البتہ اگر مشین سے یہ کام لیا جا سکے تو صرف دیکھنے سے کام چل سکتا ہی۔ اختر۔

(۲) محرم عورت کے احکام | اگر عورت از روئے نسب، یا رضاعت، یا مصاہرت محرمات میں سے ہے تو اُسکا ستر، (اپنے محارم سے) مرد کے ستر کی طرح، ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے۔ اور بعض علمأ نے کہا ہے کہ اُسکا ستر بدن کا صرف اسقدر حصہ ہے، جو کام کاج میں نہ کُھل جایا کرتا ہو، یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ اور باقی تمام تفصیل آیات ہذا کی تفسیر میں آگے آتی ہے۔

(۳) مستمتعہ کے احکام | اگر عورت مستمتعہ ہے، جیسے بیوی، اور باندی جس سے وطی جائز ہے، تو مرد اُسکا تمام بدن، حتیٰ کہ شرمگاہ بھی، دیکھ سکتا ہے، لیکن اُس کی شرمگاہ کا دیکھنا بھی ویسا ہی مکروہ ہے جیسا مرد کو خود اپنی شرمگاہ کا (بلا ضرورت) دیکھنا مکروہ ہے، اس کی وجہ یہ روایت کی گئی ہے کہ شرمگاہوں کے دیکھنے سے بینائی کو نقصان پہنچتا ہے۔ بعض علمأ کا یہ بھی قول ہے کہ عورت مستمتعہ کی شرمگاہ کا دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

اس مسئلہ میں قنینہ (خالص لونڈی جس میں سوائے استرقاق کے کوئی اور حیثیت نہ پیدا ہوگئی ہو) اور مدبرہ (جس کی آزادی مالک کے مرنے کے بعد مشروط کردی گئی ہو) سب یکساں ہیں لیکن اگر باندی مجوسیہ، یا مرتد یا بت پرست، یا مشرک، یا شوہر والی، یا مکاتبہ (جو باندی اپنے مالک سے ایک رقم معینہ کما کر دینے کے بعد اپنی آزادی کا معاہدہ کرے) ہے، تو وہ اجنبی عورت کے مانند ہے۔ عمرو بن شعیب سے روایت ہے، جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ "اگر کوئی شخص تم میں سے اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام یا نوکر سے کردے، تو (نکاح کے بعد باندی کے) ناف اور گھٹنے کے درمیان کے جسم کو نہ دیکھے۔

(۴) مرد کا ستر عورت سے

(یعنی عورت کن صورتوں میں مرد کے کس حصہ جسم کو دیکھ سکتی ہے)

(۱) اجنبی مرد کے احکام | مرد اگر اجنبی ہے، تو اُسکا ستر عورت سے ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مرد کا تمام بدن، مُنہ اور ہاتھ کے علاوہ، (عورت کے حق میں) ستر ہے، جیسے عورت (کا تمام بدن مُنہ اور ہاتھ کے علاوہ) مرد کے حق میں ستر ہے، پہلا قول

زیادہ صحیح ہی۔

(یہ مسئلہ گذشتہ صورت) "عورت کا ستر مرد سے" کے برعکس ہے، اسلیے کہ عورت کا بدن فی ذاتہ (علاوہ منہ اور ہاتھ کے) ستر ہی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر عورت کا بدن کھلا ہوا ہو، تو اُسکی نماز درست نہیں ہوتی، اور مرد کے بدن کا حکم اسکے برخلاف ہی۔ خوف فتنہ کے وقت عورت کو قصداً اور مکرر مرد کے چہرے پر نظر ڈالنا جائز نہیں، اسواسطے کہ حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ میں اور میمونہ جناب رسالت مآب کے پاس تھیں کہ ابن ام کلثوم آئے، اور ہمارے پاس تک چلے آئے، آپنے فرمایا کہ "تم اُس سے چھپ کیوں نہیں جاتیں"۔ میں نے کہا کہ "یا رسول اللہ! کیا وہ اندھا نہیں جو ہم کو دیکھتا ہو؟" آپ نے فرمایا کہ "تم تو اندھی نہیں ہو کہ اُسکو نہ دیکھتی ہو"۔

(۲) محرم مرد کے احکام | اگر مرد عورت کا محرم ہی، تو اُس مرد کا ستر عورت سے ناف اور گھٹنے کے درمیان (کا حصہ جسم) ہی، اور اگر مرد عورت کا مالک یا شوہر ہی، جسکے ساتھ وطی کرنا بھی درست ہی، تو یہ عورت اُس مرد کا تمام بدن دیکھ سکتی ہی، بجز اسکے کہ شرمگاہ کی طرف دیکھنا مکروہ ہی، جیسے مرد کو بھی (اپنی مستمتعہ) عورت کی شرمگاہ کا دیکھنا مکروہ ہی، مرد کو خالی مکان میں (خود بھی) ننگا بیٹھنا جائز نہیں، اُسکو چاہیے کہ (ہر حالت میں) اپنا ستر ڈھکا رکھے۔ روایت ہے کہ ننگا ہونے کی نسبت جناب رسالت مآب سے دریافت کیا گیا، آپنے فرمایا کہ "اللہ (اس بات کا) زیادہ مستحق ہی کہ اُس سے حیا کی جائے"۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہی کہ "ننگا ہونے سے بچو، اسلیے کہ تمہارے ساتھ وہ (خدا) رہتا ہی جو تم سے جدا نہیں ہوتا،[۱] مگر پاخانے میں جانیکے وقت یا اپنی بیوی سے صحبت کرنیکے وقت"۔ واللہ اعلم۔

(۳) مسئلہ ثالث۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ "یغضوا من ابصارھم" سے کیا مراد ہی؟ انہوں نے کہا کہ "سر کی آنکھیں ممنوع چیزوں کے دیکھنے سے بچی رہنا چاہییں،

---

[۱] اسکا مطلب یہ نہیں کہ ان اوقات میں خدا اپنے بندوں کے پاس سے علیحدہ ہو جاتا ہی بلکہ مطلب یہ ہی کہ ان ضروریات کے اوقات میں شرمگاہ کا ننگا کرنا خدا کے ساتھ بے حیائی کرنے میں داخل نہیں۔ اختر۔

اور دل کی آنکھیں ماسوائے ذات باری سے"۔

قولہ تعالیٰ" ویحفظوا فروجھم" یعنی" مومنین اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں"
حفظ فروج سے یہ مراد ہی کہ جو چیزیں حلال نہیں، اُنسے شرمگاہوں کی حفاظت کیجائے، ابوالعالیہ
کا قول ہی کہ خدا نے جہاں جہاں قرآن میں" یحفظوا فروجھم" اور" یحفظن فروجھن"
فرمایا ہی، اُن سب آیتوں میں زنا سے محفوظ رہنا مقصود ہے، مگر سورہ نور میں یحفظوا
فروجھم" اور یحفظن فروجھن" سے یہ مراد ہی کہ شرمگاہوں کے دیکھنے سے بچنا چاہیے
مگر یہ قول ضعیف ہے، اسلیے کہ اس آیت میں اس تخصیص معنی پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی، بلکہ
آیت کا اقتضائے ظاہری تو یہ ہی کہ" حفظ فروج" سے وہ تمام چیزیں، مثل زنا، مس، اور نظر،
(قصداً بلاضرورت) کے، مراد لی جائیں، جنکو خدا نے حرام کیا ہے۔ اور اگر" حفظ فروج" سے
اُنکے دیکھنے ہی کی ممانعت مراد لیجائے تو" وطی اور مس" بھی بوجہ اپنی شدت و غلظت کے (لزوماً)
آیت میں داخل ہوجائے گی۔

اگر نظر منصوص بھی کر دی جاتی، تب بھی آیت کے مفہوم میں" وطی اور مس"
کے بچنے کا وجوب داخل ہوتا، جیسے" لاتقل لھما اف" میں (یعنی ماں باپ کی شان میں اُف تک
نہ کہو) باقتضاء آیت" اُف" سے زیادہ سخت باتوں سب و شتم اور مار پیٹ کی ممانعت بھی داخل ہی۔

قولہ تعالیٰ" ذلک ازکیٰ لھم[1]" یعنی اس فرمان پر عمل کرنا مسلمانوں کے نفسوں کو بہت

[1] افسوس ہی ہندوستان کے مسلمانوں پر کہ انکا خدا تو صرف آنکھیں نیچی کرنے کو تزکیہ نفوس اور اعلیٰ درجہ شرافت انسانی پر پہنچنے کے لیے تجویز کرے، اور صیغہ تفضیل کے ساتھ" ذلک ازکیٰ لھم" فرمائے جسکا مطلب یہ ہی کہ" غض بصر" تمہارے حق میں بدرجہا تم تزکی نفوس اور زینۃ ہی" حفظ فروج" کا۔ مگر وہ خود پرست اور ناخدا پرست اس حکم کو ناکافی خیال کریں، اور جس دوا کو خدا نے اُنکے امراض قلوب کے لیے تشخیص کیا ہی اُسکو غیر کافی خیال کرکے، اپنی طرف سے اُس میں ناپاک ایزاد کریں، پھر کیا حال ہونا ہی ان ناخدا ترس مسلمانوں کا جو عورتوں کو اسلیے قید رکھتے ہیں کہ اُن پر جیسے بھی چاہیں جسمانی اور روحانی عذاب توڑیں اور اس پردہ کی بدولت اُن کی بازپرس نہ کیجا سکے، لہٰذا اُنکو کوئی ایسی شریعت بنانا چاہیے جو اُنکی من مانی ظالمانہ خواہشات کی حمایت کرتی ہو، اور جسکو وہ" اکملت لکم دینکم" کا مصداق ٹھرا سکیں۔ اسلیے کہ وہ موجودہ شریعت اس ظالمانہ پردہ کی حمایت کرتی نہیں جسکی وجہ سے وہ اُسکو مکمل شریعت کہہ سکیں، اور جس پر اُنکو فخر و ناز ہوسکے، اور جس میں خود اُن کو اپنے ہاتھوں سے اپنی شریعت میں، اصلاح کرنے کی ضرورت نہ پڑا کرے۔ ختم

پاک وصاف کرنے والا ہی"۔ اسلیے کہ یہ ایسی بات ہی جس سے اُنکے نفوس فرکی ہونگے، اور وہ ثنا و مدح کے مستحق ٹھہرینگے۔ اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ خدا نے اس خطاب میں صرف مسلمانوں ہی کو مخصوص کیا ہی، اور یہ آیت اُن ہی کے تزکیۂ نفوس کے لیے ہی، اور کفار کے واسطے نہیں[1]۔

قولہ تعالےٰ" وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن"

یعنی"مسلمان عورتوں سے کہدو کہ وہ (بھی مردوں کی طرح) اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں"، اس جگہ بھی وہی مسائل و مباحث ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اس آیت میں "غض بصر" کو "حفظ فرج" پر کیوں مقدم رکھا گیا ہی؟ تو اسکا جواب یہ ہی کہ نظر زنا اور فسق و فجور کی قاصد ہی، جس میں لوگ شدت اور کثرت سے مبتلا ہو جایا کرتے ہیں، اور مشکل سے بچ سکتے ہیں، (اسلیے آنکھ نیچی کرنے کو مقدم رکھا، تاکہ راستہ ہی مفقود ہو جائے)

قولہ تعالےٰ" ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا"۔ یعنی" عورتیں اپنی زینت کے مقامات کو ظاہر نہ کیا کریں، مگر جو کچھ (عادۃً) اُس میں سے کھلا رہتا ہو"۔ یہ حکم علی الاغلبیت اسلیے کہا گیا کہ مردوں کو اجنبی عورتوں پر اپنے زیور اور لباس وغیرہ کی زینت کا اظہار ممنوع ہی، کیونکہ یہ بھی فتنہ سے خالی نہیں۔ اس جگہ چند مسائل ہیں۔

(۱) **پہلا مسئلہ**۔ زینت نساء میں علماء نے اختلاف کیا ہی۔ جاننا چاہیے کہ "زینت" ایک اسم ہی، جسکا اطلاق اُن دونوں زینتوں پر ہوتا ہے جو خلقۃً (انسان کے بدن میں) پیدا کی گئی ہیں، اور یا جنکو انسان خود از قبیل لباس و زیور وغیرہ بغرض زیبائش اختیار کرتا ہی، لیکن بعض لوگ اسکو تسلیم نہیں کرتے کہ "لفظ زینت" کا اطلاق

[1] اسلیے کہ تزکیہ نفوس اول اسلام سے ہونا چاہیے، اور پھر اسکے بعد فروعات و جزئیات سے۔ اختر

محاسن خلقی پر کیا جائے، اسلیے کہ خلقی زینت پر یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ عورت کی زینت ہی بلکہ زینت سرمہ اور خضاب جیسی اکتسابی چیزیں کہلائی جاتی ہیں، مگر قریب الفہم یہ ہے کہ "زینت" میں خلقی زینت بھی داخل ہی۔ اسکی دو دلیلیں ہیں۔

(۱) **پہلی دلیل**۔ اکثر عورتیں صرف محاسن خلقی ہی کی مالک ہوتی ہیں، اور وہ اُن تمام چیزوں سے محروم ہوتی ہیں، جن کو زینت خیال کیا جاتا ہے (جیسے زیور اور عمدہ لباس وغیرہ) پس جب ہم اس زینت کو خلقی زینت پر محمول کرتے ہیں، تو اس سے پورا حق عموم ادا ہوتا ہے (جیسا کہ قرآن کے ظاہر الفاظ سے نکلتا ہی) خلقی زینت کے علاوہ اس میں دوسری زینت کا دخل ہونا بھی کچھ ممنوع نہیں۔

(۲) **دوسری دلیل**۔ خداوند کا یہ قول "ولیضربن بخمرھن علےٰ جیوبھن" اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ "زینت" عام ہے، اور اس سے خلقی و اکتسابی دونوں آیتیں مراد ہیں۔ گویا خداوند نے دوپٹوں سے چھپانے کا حکم دیکر، عورتوں کو زینت خلقی کے اظہار سے منع کیا ہی۔ اور جن لوگوں نے "زینت" سے زینت غیر خلقی مراد لی ہے، اُنھوں نے اسکو تین چیزوں میں منحصر کیا ہی۔

اول۔ صباغ، جیسے سرمہ لگانا، یا نیل سے بھوؤں پر خضاب لگانا، یا رخساروں پر کوئی رنگ لگانا یا ہاتھوں پیروں میں مہندی لگانا۔

دوم زیور۔ مثل انگوٹھی، کنگن، پازیب، بازوبند، ہار، تاج، بدھی اور بالی وغیرہ۔

سوم لباس۔ خدا فرماتا ہی "خذوا زینتکم عند کل مسجد" یہاں زینت سے لباس مراد ہی۔

(۲) **دوسرا مسئلہ**۔ علماء نے اختلاف کیا ہی کہ "الا ما ظھر منھا"[۱] سے کیا مراد ہی

---

[۱] اکثر مفسرین اور فقہاء کاملین نے "الا ما ظھر منھا" سے عورت کا منہ اور ہاتھ مراد لیا ہے، اور صاف لفظوں میں یہ لکھا ہی کہ عورت کو اجنبی کے سامنے بضرورت منہ کھولنا جائز ہی۔ احادیث صحیحہ اور تعامل زمانہ نبوی اور صلحاء سلف سے بھی اسکی تائید ہوتی ہی اور انسانی حریت اور اسکا شرف مخلوق ہونا بھی اسی بات کا مقتضی ہی کہ اسکو مقید و محبوس کر کے، اُسکی حریت کو صدمہ نہ پہنچایا جائے، اور ایک شریف مخلوق دوسرے شریف الخلقت سے باطمینان و امانت کام لے۔ چنانچہ ہم چند مستند تفسیروں کی عبارتیں "الا ما ظھر منھا" کے متعلق، ناظرین کے اطمینان کے لیے درج کرتے ہیں۔

جو لوگ "زینت" کو زینت خلقی پر محمول کرتے ہیں، جس میں سے ایک قفّال ہیں، وہ کہتے ہیں آیت کے یہ معنی ہیں کہ "مگر جو کچھ انسان اپنی روزانہ عادت میں اپنے بدن میں سے کھلا رکھتا ہو"، عورتوں کی عادت ہے کہ اُنکے مُنہ اور ہاتھ کُھلے رہتے ہیں، اور مردوں کی عادت ہے کہ انکا اطراف چہرہ اور ہاتھ پیر کُھلے رہتے ہیں۔ پس اُس عضو کے چھپانے کا حکم دیا گیا جسکے کھولنے پر ضرورت متقاضی نہو، اور اُس حصۂ بدن کے کھولنے کی اجازت دی گئی جو عادتاً کُھلا رہتا ہو، اور جس کے کھولنے پر ضرورت مقتضی ہوتی ہو، اسلیے کہ اسلامی شریعت، شریعت حنیفی، اور سہل، اور انسان کو مشکل میں نہ ڈالنے والی چیز ہے[1]، اور جب کہ مُنہ اور ہاتھ کا کھولنا ضرورت انسانی میں داخل ہے، تو لاچار تمام علمار نے اسپر اتفاق کیا ہے کہ انکا چھپانا ضرور نہیں، اور چونکہ پیر کا ظاہر کرنا ضرورت میں داخل نہیں، اسلیے علمار نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ یہ داخل ستر ہے یا نہیں، اس میں بھی دو صورتیں ہیں، مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ پشت قدم کی طرح تمام پیر داخل ستر ہے۔

عورت کی آواز کے متعلق بھی دو رائیں ہیں، مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورت کی آواز

---

[1] لیکن آجکل تو رسم پرستی کی بدولت مسلمانوں نے اپنے دین کو بدنام کر رکھا ہے۔ خدا تو یہ فرماے کہ "لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا" مگر یہ اپنے اوپر ایسی مشکلیں اور دقتیں توڑ لیں جس سے اسلام کی سیدھی سادی اور سہل و آسان گزار صورت لوگونکی نظروں میں معما بنجائے۔ اس جن گھڑت پردہ کی بدولت مسلمانوں نے دنیا کو بیچاری عورتوں پر ایسا تنگ کر رکھا ہے جس سے وہ کسی کام کی نہیں رہیں۔ اگر افتاد زمانہ سے اُن کو ایسی ضرورت پڑے کہ اُن کو خود اپنا اور اپنے بال بچوں کا خبر گیراں بننا پڑے تو وہ اُسوقت بجاے سنبھالنے کے اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسائیں گی۔ شریعت برحق اسلامیہ نے جب اُن کو خود مختار بنایا ہے، جب اُن کو مالک بننے کا حق دیا ہے، اور جب اُن کو بیع و شری اور ہبہ و رہن کا حق دیا ہے، تو اُن کو ان فطری حقوق کے استعمال کرنے کے قابل نہ بننے دینا ایک فطری گناہ ہے، اور صاف اس بات کی دلیل ہے کہ ان مسلمانوں کے اخلاق ایسے خراب ہوگئے ہیں کہ یہ دوسروں کے حقوق پر زبردستی متصرف ہونا چاہتے ہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر عورتوں کو اپنے حقوق شناسی کے قابل بننے کا موقع دیا گیا، تو یہ حضرات مشایخ کے تعویذ، گنڈے، ملاؤں کے حلوے مانڈے طبیبوں کے نذرانے، اور وکیلوں کے محنتانے کسقدر معرض خطر میں پڑجاوینگے۔ اسلیے مردوں نے اپنی چالاکی سے یہ سب پیشے اپنے ہاتھ میں لے رکھے ہیں، اور عورتونکی جہالت اور بے بسی و بیکسی سے اُنکو اس بات کا خوب موقع ملتا ہے کہ جس طرح ہی ہوسکے عورتونکو نہایت تباہ و برباد کریں، اور کوئی اُنکا پوچھنے والا نہو۔ محرر

داخل ستر نہیں۔ اسلیے کہ ازواج مطہرات برابر اجنبی مردوں سے حدیثیں روایت کیا کرتی تھیں۔

جو علماء "زینت" سے زینت اکتسابی مراد لیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ خدا نے جو لفظ "زینت" فرمایا ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر وہ زینت عورت کے بدن پر نہو تو اُسکا دیکھنا جائز ہے، اور جب عورت کے بدن پر ہونے کی حالت میں اُن زینتوں کا دیکھنا بھی ممنوع کیا ہے تو عورت کے بدن کا (علاوہ مُنہ اور ہاتھ کے) دیکھنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔ اور اس بنا پر عورت کے چہرہ کی زینت، جو وسمہ اور رنگ سے کی گئی ہو، اور بدن کی زینت، جو خضاب سے کی گئی ہو، اور انگوٹھی (وغیرہ ان سب) کا دیکھنا جائز ہوگا، یہی حکم لباس کا بھی ہے۔ ان چیزوں کے دیکھنے کی وجہ جواز یہ ہے کہ انکے چھپانے میں دشواری کا سامنا ہے، اسلیے ضرور ہے کہ عورت اپنے ہاتھ سے کچھ لے دے، اور محاکمہ و شہادت اور نکاح کے وقت اسکو اپنا مُنہ کھولنے کی ضرورت داعی ہو۔

(۳) **تیسرا مسئلہ**۔ تمام علماء اسپر متفق ہیں کہ "لا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا" آزاد عورتوں سے مخصوص ہے، اور اِما سے اسکو کچھ تعلق نہیں، اس تخصیص کی وجہ ظاہر ہے کہ جب لونڈیاں مال ہیں تو اُنکے بیع و شری میں بھی احتیاط لازم ہے، اور احتیاط بلا غائر اور گہری نظر کے ہو نہیں سکتی، بخلاف آزاد عورتوں کے (کہ وہاں اس غرض سے متجسسانہ نظر کی ضرورت نہیں پڑتی)

قولہ تعالےٰ "ولیضربن بخمرھن علےٰ جیوبھن"، یعنی عورتیں اپنے گریبانوں پر اپنے دوپٹوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ "خمر" کا[1] مفرد خمار ہے، اور خمار اوڑھنی کو کہتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ عرب جاہلیت کی عورتیں اپنے دوپٹے کمر کے پیچھے باندھ لیا کرتی تھیں،

---

[1] "خمار اور جلباب" کی تحقیق پر ہمارا مضمون دیکھنا چاہیے جو "مسلمانوں میں پردہ" کے عنوان سے "علیگڈھ منتھلی" نمبر (۱۱) ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا ہے۔ جسمیں لغت اور تعامل قرون اولیٰ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ "خمار و جلباب" کوئی مُنہ چھپانیکا لباس نہیں تھے، اور نہ اُن افعال کے مفہوم میں مُنہ چھپانا داخل ہے جنسے قرآن میں انکا استعمال بتایا گیا ہے، مثلاً "اضراب وادنا"، اور نہ اُن مواقع میں منہ داخل ہے جو انکے محل استعمال بیان کیے گئے ہیں مثلاً "جیوبھن اور علیھن"۔ مفصل بحث کے لیے مضمون محولہ دیکھنا چاہیے۔ اختر

اور دکرتوں) کے گریبان سامنے ہونے کی وجہ سے اُن کی گردنیں اور ہار کُھلے رہتے تھے۔ لہذا اُنکو حکم دیا گیا کہ اپنے دوپٹوں کے آنچل گریبانوں پر ڈال لیا کریں، تاکہ گردن، سینہ، اور اُنکے آس پاس کی چیزیں، یعنی، بال، اور گلے اور کانوں کے زیور، اور گھنڈی لگانے کی جگہ چھپ جایا کرے۔ لفظ "ضرب" سے آنچلوں کے ڈالے رہنے میں مبالغہ مقصود ہے، اور بخمرھن میں بار الصاق ہے (یعنی دوپٹے ہروقت گریبانوں سے ملے رہیں)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے نسار انصار سے زیادہ نیک کوئی عورت نہیں دیکھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی، تو اُن میں کی ہر ایک عورت اپنی چادر کی طرف لپکی، اور اُسکو پھاڑ کر (فوراً) اوڑھ لیا، اور وہ ایسی ہوگئیں کہ گویا اُنکے سروں پر کوّے بیٹھے ہیں[1]، اور

قولہ تعالےٰ "لایبدین زینتھن،" یعنی "عورتیں اپنی زینت ظاہر نکریں،"

جاننا چاہیے کہ خدا "زینت مطلقہ،" کے احکام (پہلے "لایبدین زینتھن میں) بیان فرما چکا، تو (اس دوسری "لایبدین زینتھن" میں) "زینت خفیہ[2]" (یعنی جو چیزیں آنچل سے چھپانا فرض ہیں) کے متعلق احکام بیان فرمائے، جسکا اجانب کے سامنے کھولنا ممنوع ہے۔ اور بیان فرمایا کہ اس "زینت خفیہ کا چھپانا سب سے واجب ہے، مگر بارہ[12] صورتیں اس سے مستثنےٰ ہیں۔

---

[1] اہل عربی محاورہ "فاصبحن علیٰ رؤسھن الغربان،" ہے۔ اہل عرب اس ضرب المثل کو اس موقع پر استعمال کرتے ہیں۔ جب کسی کی حد درجہ کی اطاعت کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے، یعنی: اُنکا سر تسلیم اسدرجہ جُھکا ہوا ہے کہ گویا اُنکے سر پر کوئی جانور بیٹھا ہوا ہے۔ اور وہ اپنی ذرا سی حرکت سے بھی اُس جانور کے اُڑجانیکا خوف کرتے ہیں۔ اختر۔

[2] زینت خفیہ سے وہ حصہ بدن اور وہ چیزیں مراد ہیں، جن پر دوپٹے ڈالے رہنے کا حکم دیا گیا ہے، مثلاً سینہ، گردن، اور زیور وغیرہ۔ اور صرف یہی وہ زینت ہے جسکا اجنبیوں پر ظاہر کرنا منع کیا گیا ہے، اور ماں باپ، خاوند اور قریبی رشتہ دار اس سے بھی مستثنےٰ ہیں، اسلیے کہ مواقع ستر کا پوشیدہ رکھنا تو انسان کو اپنی ذات سے بھی فرض ہے اس میں اجانب اور محارم کی کوئی خصوصیت نہیں اور منہ اور ہاتھ کا اجنبیوں کے سامنے کھولنا قرآن سے ثابت ہے۔ اب صرف ایک چیز "زینت خفیہ" باقی رہگئی ہے جس کی اجانب کے سامنے

(۱) پہلی صورت ۔ عورتوں کے خاوند ۔

(۲) دوسری صورت ۔ عورتوں کے باپ ، اس میں باپوں کے باپ اور ماؤں کے باپ اور پھر اُنکے باپ سب شامل ہیں ۔

(۳) تیسری صورت ۔ شوہروں کے باپ ۔

(۴ و ۵) چوتھی اور پانچویں صورت ۔ عورتوں کے خود اپنے بیٹے ، اور خاوندوں کے بیٹے ، اس میں اولاد کی اولاد بھی داخل ہے ، خواہ وہ بیٹوں سے ہو، یا بیٹیوں سے جیسے پوتے اور نواسے ۔

(۶) چھٹی صورت ۔ خواہ وہ باپ کی طرف سے بھائی ہوتے ہوں، یا ماں کی طرف سے، یا دونوں طرف سے ۔

(۷) ساتویں صورت ۔ عورتوں کے بھتیجے ۔

(۸) آٹھویں صورت ۔ عورتوں کے بھانجے ۔

بقیہ نوٹ صفحہ (۲۰) کھولنے کی ممانعت کی گئی ہے، اور صرف یہی وہ حکم حجاب ہے جسکے سمجھنے میں ہندوستان کے مسلمان مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں، اور افسوس ہے کہ بعض عالی دماغ اشخاص اپنی اس غلط فہمی کو فطرت اور سائنس کے تجربہ سے ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہیں ۔ اول وہ یہ تو ثابت کریں کہ یہ موجودہ پردہ اصول اسلام میں سے ہے بھی، پھر شیریں مقالی اور شاعرانہ خیالات سے کام لیں ۔ ہم تو جب قانون ابداع خلق پر نظر ڈالتے ہیں، تو ہم کو صاف نظر آتا ہے کہ خدا نے ہر چیز کو خود پردہ سے باہر کیا ہے، اور بس ایک اُس کی ذات حقیقی پردہ میں رہی ہے، اور وہ بھی پردوں میں سے جھلک رہی ہے، اُس حقیقی بے پردگی پر، جو لفظ " کن " سے ہوئی ہے، کسی کو پردہ ڈالنے کا اختیار نہیں ہے، اسلیے کہ اشیار میں اباحت اصلی ہے، اور قیودات امتناعی و مصلحتی عارضی ہیں، افعال کے حسن و قبح کو، جہانتک نیچر سے تعلق ہے، اُسکو کوئی نہیں جان سکتا، بجز اُسکے کہ اضافی حسن و قبح کو جان سکیں ۔ اگر ایسا نہوتا تو آج تمام دنیا کی عورتیں .... اس پردہ کے صدقہ میں زندہ درگور ہوتیں، اور دنیا کی تمام قومیں اس حبس دوام کا گیت گایا کرتیں حالانکہ ایسا نہیں ہے، اور دوسری اقوام کی عورتیں اپنی فطرتی آزادی پر ہیں ۔ اور اسلام نے بھی اتنی ہی روک تھام کی اجازت دی ہے، جتنی اضافی تہذیب سے تعلق رکھتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ عورتیں مہذب (ساتر) لباس میں دنیا کی ہوا کھایا کریں، اور اُن کی اس فطری آزادی پر کوئی تعرض نہو ۔ اختر

وہ سب مرد جو ان آٹھوں صورتوں میں بیان ہوئے ہیں محارم ہیں۔ یہاں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) پہلا سوال۔ کیا محرم مردوں کو مملوکہ اور غیر مؤمنہ کا وہ حصۂ بدن دیکھنا بھی جائز ہی جو مؤمنہ کا نہیں دیکھا جا سکتا؟

جواب۔ اگر کوئی شخص کسی ایسی عورت کا مالک ہو جائے، جو اس کی محرم ہی، تو اسکا شکم و پشت دیکھ سکتا ہے، بنظر شہوت نہیں، بلکہ احتیاط ملک کی غرض سے، جو مختلف طریقوں سے کی جاتی ہے۔

(۲) دوسرا سوال۔ چچا اور ماموں کا کیا حکم ہی؟ (کیونکہ بظاہر وہ ان مستثنیات میں بیان نہیں کیئے گئے)

جواب۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ بظاہر "چچا اور ماموں" سے بھی "زینت خفیہ" کے نہ چھپائے جانے میں تمام محارم کا سا حکم ہے۔ وہ اس کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں "رضاعت" کا حکم بھی تو نہیں بیان کیا گیا، حالانکہ وہ بھی نسبت کا حکم رکھتا ہے۔ اور نیز سورۂ احزاب میں (جہاں خدا نے محارم کو گنایا ہی) وہاں لا جناح علیھن فی اباءھن، ولا ابناءھن، ولا اخوانھن، ولا ابناء اخوانھن، ولا ابناء اخواتھن، ولا نساءھن، ولا ما ملکت ایمانھن" کے ساتھ "شوہروں" اور "شوہروں کے بیٹے" کا ذکر نہیں کیا ہی، بلکہ ان کا ذکر سورۂ نور میں کیا ہی۔ اور کبھی بعض کے ذکر سے تمام کا حکم معلوم ہو جایا کرتا ہی۔

شعبی کہتے ہیں کہ خدا نے "چچا اور ماموں" کا ذکر اس لیے نہیں کیا ہے کہ کہیں یہ "چچا اور ماموں" اپنی "بھتیجی" اور "بھانجی" کے حسن و جمال کی تعریف اپنے بیٹوں سے نہ کر دیں"!! اور اسکے معنی یہ ہیں کہ تمام (مذکورۂ بالا) رشتوں میں باپ اور بیٹے محرمیت میں یکساں شریک ہیں، مگر "ماموں" اور "چچا"، اور "انکے بیٹے" محرمیت میں برابر نہیں، باپ کے دیکھنے کے بعد یہ بات ممکن ہی کہ وہ اپنے بیٹے سے، کہ جو اس عورت کا محرم نہیں ہی، اسکی تعریف کر دے،

اور بیٹے کے دل میں اُسکا ایسا تصور بندھ ہے کہ وہ اُسکے دیکھنے کا مشتاق ہو جاوے۔[۱] یہ بھی پردہ میں وجوب احتیاط کی ایک بڑی دلیل ہے۔

---

[۱] امام رازی نے سورۂ احزاب کی تفسیر میں "چچا اور ماموں" کو محارم میں اس طرح شمار کیا ہے کہ "آیت میں "چچا" اور "ماموں" کے مذکور نہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا حکم "بھتیجوں" اور "بھانجوں" پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، اسلیے کہ بھتیجوں" کے پھوپیوں کے حق میں محرم ہونیسے خود بخود یہ سمجھا جاتا ہے کہ "بھتیجیاں" بھی چچا کے حق میں محرم ہیں، اور علیٰ ہذا ماموں کا حکم ہے"۔

لیکن اگر شعبی کی رائے کو کچھ وقعت دیجائے، تو معلوم نہیں کہ "بھتیجے" اور "بھانجے" جو اپنی "پھوپیوں اور خالاؤں" کے مسلمہ محرم ہیں، اُنکی نسبت اس امر کا کیا قطعی یقین ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے، جو اُنکی "پھوپیوں اور خالاؤں" کے محرم نہیں ہیں، اُنکے حسن و جمال کو بیان نہیں کرینگے۔ علاوہ ازیں، عورتیں بھی تو حسن و جمال کا ادراک اُسی طرح کرتی ہیں جیسے مرد۔ پھر پھوپی اور خالہ سے کیا اطمینان ہوگیا ہے کہ وہ اپنے بیٹوں سے اپنی "بھانجی اور بھتیجی" کے حسن و جمال کا ذکر نہیں کرینگی؟ اور نیز "باپ اور بھائی" کی نسبت کیا اطمینان ہوگیا ہے کہ اگر وہ خود بھی اپنی "بیٹی یا بہن" کو کسی لائق و شریف اور دولتمند شخص کی بی بی بنانے کی غرض سے اُسکی لیاقت اور حسن و جمال کا تذکرہ کسی اجنبی سے کردیں؟ اگر یہی احتمال پرستی ہے، تو آج شریعت اسلامی کے تمام اصول "ہباءً منثوراً" ہوئے جاتے ہیں، اور تمام انسانی تمدن و تہذیب کی بنیاد اس احتمالی شریعت کے ہاتھوں برباد ہوئی جاتی ہے۔

لیکن علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں "چچا اور ماموں" کے عدم ذکر کی ایک نہایت عمدہ وجہ لکھی ہے۔ وہ سورۂ احزاب کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "چچا، اور ماموں، کا ذکر اسلیے نہیں کیا گیا کہ وہ دونوں تو مثل باپ کے ہیں، اور خدا نے خود چچا کو باپ کا نام دیا ہے، جہاں اُسنے (جناب رسالت مآب کو خطاب کرکے فرمایا ہے والہ اٰبائک ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق یعنی۔ تمہارے باپ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق کا خدا۔" اور یہ ظاہر ہے کہ جناب رسالت مآب حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں ہیں، اور حضرت اسحٰق اُنکے سوتیلے بھائی ہیں، جو اس رشتہ سے آنحضرت کے چچا ہوتے ہیں، اور خدا نے اُن کی نسبت "باپ" کا لفظ استعمال کیا ہے، حیرت کی جگہ ہے کہ کہیں باپ بھی اپنی بیٹیوں کے حسن و جمال کے قصے گاتے پھرا کرتے ہیں۔

ان سب باتوں کو جانے دو، اور ذرا قرآن میں غور کرو، تو وہاں "چچا اور ماموں" کی محرمیت کا ذکر صاف صاف لفظوں میں ملتا ہے، جہاں خدا فرماتا ہے "حرمت علیکم امھٰتکم، و بنٰتکم، و اخوٰتکم، و عمّٰتکم و خٰلٰتکم، و بنٰت الاخ و بنٰت الاخت الخ (سورۂ نساء، آیت ۲۳) یعنی (مسلمانو) تمہاری مائیں، اور تمہاری بیٹیاں، اور تمہاری بہنیں، اور تمہاری پھوپیاں، اور تمہاری خالائیں، اور بھتیجیاں، اور بھانجیاں (یہ سب) تم پر حرام ہیں۔

خداوند تعالیٰ نے صاف طور سے "بھتیجیوں اور بھانجیوں" کو "ماموں اور چچا" پر حرام کیا ہے، اور یہ اصول فقہ کا مسئلہ ہے کہ جن عورتوں سے کسی صورت میں نکاح جائز نہیں، وہ مردوں کی محرم ہیں، اور محرموں سے پردہ نہیں،

(ختم)

(۳) تیسرا سوال - اُن مردوں کو (جو اس آیت میں مستثنے کیے گئے ہیں)، عورت کے مواقع زینت کا دیکھنا کیوں جائز ہے؟

جواب - اس جواز کی وجہ یہ ہی کہ اُن مردوں کو خصوصیت کے ساتھ، عورتوں کے پاس آنے جانے اور ملنے جلنے[1] کی ضرورت پڑتی ہی، اور نیز اسوجہ سے کہ اُن مردوں کی طرف سے فتنہ کا اندیشہ بھی کم ہے اور نیز اسوجہ سے کہ اجنبیوں سے خلا ملا کرنے میں ایک منافرت ہوا کرتی ہی، اور نیز عورت سفر میں، سوار کرانے اور اُتارنے کے لیے، ان مردوں کی معیت کی محتاج ہے۔

(۹) نویں صورت، "نسائہن" ہے۔ یعنی "اپنی جیسی عورتیں"۔ اسمیں دو قول ہیں۔

پہلا قول۔ "نسائہن" سے وہ عورتیں مراد ہیں جو اُن کی ہم مذہب ہوں، اکثر سلف کا یہ

---

[1] اگر ان مستثنےٰ صورتوں میں، عورت مرد کی بے تکلفی سے آمنے سامنے ہونیکی یہی وجوہ ہیں، جو امام رازی نے لکھی ہیں (اور فی الاصل یہی ہیں بھی) تو جہاں کہیں اُنکے بیان کردہ وجودی اور سلبی وجوہ پائی جائیں وہاں حکم بھی یہی ہونا چاہیے لہذا اگر استنباطاً یہ کہا جائے کہ امام رازی کی یہ رائے ہی کہ اگر باقتضائے ضروریات اجنبیوں سے ملنا پڑے، یا اجنبیوں کی دیانت و تہذیب نفوس سے کسی شر کا اندیشہ نہو۔ طبیعتوں میں منافرت نہو، یا سفر کی ضرورتیں مجبور کرتی ہوں۔ تو اجنبیوں کے سامنے بھی اُسی بے تکلفی سے آنا جائز ہی۔ تعجب ہے اس آزاد مرد کی رائے پر!! بلکہ قرآن سے بھی صراحتہً یہی ثابت ہوتا ہی کہ ضرورت کے وقت اجانب کے ساتھ اسقدر آزادی سے ملنے کی اجازت دی گئی ہے، جیسے محارم سے۔ خدا نے ایسے اجانب کو، جنکو اپنی ضرورت سے عورتوں سے ملنا پڑے، یا جنسے عورتونکو اپنی ضرورت سے ملنا پڑے، سلسلہ بیان میں محارم کے ساتھ ذکر کیا ہی۔ اور "او التابعین غیر اولی الاربة" کو ذکر سلسلۂ محارم میں بیان کرنے سے صاف یہ مطلب ہے کہ جو اجانب "اربت فی النسار" کی نیت سے خلا ملا نہ رکھتے ہوں، اُنکے سامنے "زینت خفیہ" کے بے پردہ ہو جانے میں بھی کچھ حرج نہیں، جیسے باپ بھائی، بھتیجے بھانجے وغیرہ کے سامنے، کہ اُنسے بے تکلف ہوئے بغیر چارہ نہیں "تابعین غیر اولی الاربة" کو اصلی حق عموم تو یہ حاصل ہی جو ہم نے بیان کیا، اور خدمتگار یا طفیلی وغیرہ بھی اُس کی شاخیں ہیں، ایسے کہ اگر کسی عورت کا لاکھ دو لاکھ تجارتی کاروبار ہو، اور سو دوسو روپیہ ماہوار کے اُسکے ملازم اور ایجنٹ ہوں، تو ظاہر ہی کہ وہ اُسکے طفیلی یا دریوزہ گر تو ہیں نہیں، بلکہ اُسکے "تابعین غیر اولی الاربة" ہیں، جو "اربت فی النسار" کی غرض سے اُس سے تعلق نہیں رکھتے، بلکہ ایک کسب حلال کی غرض سے اُس سے تعلق رکھتے، اور حساب کتاب سمجھانے کی غرض سے اُس سے مواجہہ اور مکالمہ کی ضرورت رکھتے ہیں، تو اس قسم کی صورتوں میں عورتیں بے تکلفی کے ساتھ اجانب مردوں سے مل سکتی ہیں۔ اور "او التابعین غیر اولی الاربة" کا یہی مفہوم ہی۔ (ختم)

قول ہے ۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ مسلمان عورتوں کو ذمی عورتوں میں کپڑوں سے کھلی نہیں رہنا چاہیے، اور غیر مسلم عورتوں کے سامنے اُتنا ہی حصۂ جسم (یعنی مُنہ اور ہاتھ) ظاہر کرے جتنا اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرسکتی ہے، مگر یہ کہ وہ غیر مسلم عورت اُس کی باندی ہو، اسلیے کہ خدا نے (مستثنےٰ صورتوں میں) فرمایا ہے کہ "او ما ملکت ایمانھن" یعنی۔ عورت کو اپنے باندی غلام پر زینت خفیہ کا ظاہر کرنا جائز ہے۔

حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ کو لکھا تھا کہ وہ اہل کتاب کی عورتوں کو مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہونے سے منع کریں۔

دوسرا قول "نسائھن" سے تمام (مسلمہ و غیر مسلمہ) عورتیں مراد ہیں، یہی ٹھیک مذہب ہے، اور سلف کی رائے استحباب و اولویّت پر محمول ہے۔

(۱۰) دسویں صورت ۔ "ما ملکت ایمانھن" ہے ۔ یعنی۔ عورتیں اپنے باندی و غلام پر زینت خفیہ ظاہر کرسکتی ہیں ۔ ظاہر کلام باندی اور غلام دونوں کو شامل ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے ۔ بعض آیت کو اُسکے ظاہر الفاظ پر محمول کرتے ہیں، اور خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو اس بارے میں کوئی ممانعت نہیں ہے کہ وہ اپنے غلاموں پر اپنی اُس زینت کو ظاہر کریں جو محارم پر ظاہر کرسکتی ہیں، یہ قول حضرت عائشہ اور ام سلمہ سے مروی ہے، اور ظاہر آیت سے بھی اسی پر دلیل لاتے ہیں ۔ اور نیز حضرت انس سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب حضرت فاطمہ کے پاس ایک غلام کو ساتھ لیے ہوئے، جو اُنکو ہبہ کردیا تھا، تشریف لائے ۔ حضرت فاطمہ (اسوقت) ایسی چادر اوڑھے ہوئے تھیں کہ اگر اُس سے سر ڈھکتی تھیں تو پیروں تک نہیں پہنچتی تھی، اور اگر پیر ڈھکتی تھیں تو وہ سر تک نہیں پہنچتی تھی، جب آپ نے یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا کہ "اس (چادر سے بدن نہ چھپا سکنے) میں کوئی قباحت نہیں، اسلیے کہ ایک تمہارا باپ ہے، اور دوسرا تمہارا غلام ہے"۔ مجاہد سے روایت ہے کہ امہات المومنین اپنے مکاتب سے جسپر ایک درہم بھی باقی رہجاتا تھا، پردہ نہیں کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ

انہوں نے (اپنے غلام) ذکوان سے کہا کہ "جب تو مجھے قبر میں رکھکر باہر نکلے تو تو آزاد ہے"
اور نیز مروی ہے کہ حضرت عائشہ کنگھی کرتی رہتی تھیں، اور غلام اُن کو دیکھتا رہتا تھا۔ ابن
مسعود، مجاہد، حسن، ابن سیرین، اور سعید ابن مسیب کہتے ہیں کہ غلام اپنی سیدہ کے
بال نہ دیکھے، امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ ان لوگوں نے کئی باتوں سے (اپنے قول پر)
استدلال کیا ہے۔

اول۔ جناب رسالت مآب کا ارشاد ہے کہ "جو عورت خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتی
ہے، اُسکو سوائے محرم کے دوسرے (مرد) کے ساتھ تین دن سے زیادہ سفر کرنا جائز
نہیں"۔ اور ظاہر ہے کہ غلام اپنی سیدہ کا ذی محرم نہیں ہے، لہذا غلام کو اُسکے ساتھ سفر کرنا
بھی جائز نہیں، اور جب غلام کو اپنی سیدہ کے ساتھ سفر کرنا جائز نہوا تو جنبی آزاد مرد کی طرح
اُسکے بالوں کا دیکھنا بھی درست نہوا۔

دوم۔ کسی غلام پر ملکیت ہو جانے سے عورت کو وہ باتیں اُسکے ساتھ جائز نہیں
ہو جاتیں جو قبل ملکیت حرام تھیں۔ پس اگر عورتیں مردوں کی مالک ہوں تو یہ ملکیت مردوں کی
ملکیت للنساء کے ہم مثل نہو گی۔ تمام علماء اسپر متفق ہیں کہ عورت کو حق ملکیت سے اپنے غلام
کے ساتھ تمتع جائز نہیں، جیسے مرد کو حق ملکیت سے اپنی باندی کے ساتھ تمتع جائز ہو جاتا ہے۔

سوم۔ اگرچہ غلام کو اپنی سیدہ سے نکاح کرنا جائز نہیں، مگر یہ حرمت نکاح ایسی ہی عارضی ہے،
جیسے کسی مرد کے نکاح میں چار عورتیں ہوں، اور اُنکی موجودگی میں پانچویں سے نکاح ناجائز ہو
پس جب یہ حرمت نکاح دوامی نہیں تو غلام بھی (اپنی سیدہ کے حق میں) بمنزلہ دوسرے اجانب کے ہوا
جب یہ ثابت ہو گیا تو صاف طور سے معلوم ہو گیا کہ "او ما ملکت ایمانھن" سے صرف باندیاں مقصود ہیں۔

(۱۱) گیارہویں صورت "او التابعین غیر اولی الاربۃ[۱] من الرجال" ہے۔ یعنی۔

---

[۱] الارب الحاجۃ، والولوع بالشئ، والشھوۃ لہ، الاربۃ الحاجۃ فی النساء۔ الاربۃ العقل، ومنہ الاریب۔
"ارب" کسی شے کی حاجت خواہش۔ "اربۃ" حاجت فی النساء۔ "اربۃ" عقل، اسی سے "اریب" معنی عقلمند ہے۔ و اختر،

(عورتیں اپنی زینت خفیہ کو ایسے اجنبی) متوسلین مردوں پر (ظاہر کرسکتی ہیں) جو بلا (نیت) خواہش شہوت (ساتھ رہتے) ہیں"۔ اس صورت میں بھی چند مسائل ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ بعض علماء کا قول ہے کہ "التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال" سے وہ مراد ہیں جو تمہارے فضل وجود کے امیدوار بنکر تم سے وابستہ رہتے ہوں، اور اُن کو عورتوں سے کچھ غرض واسطہ نہو۔ یا تو اس وجہ سے کہ وہ اپنی بلاہت اور سادگی سے عورتوں کی کسی بات کو جانتے نہوں، یا ایسے نیک مزاج پیر مرد ہوں کہ جب عورتوں کے ساتھ رہیں تو اپنی آنکھیں نیچی کر لیتے ہوں، اس بات کو سب جانتے ہیں کہ خصی، عنین (جو مرد وجوہ خارجی سے جماع پر قادر نہو) اور اُن جیسے مردوں کو نفس جماع کی طرف تو خواہش اور توجہ نہیں ہوتی لیکن اسکے علاوہ (دیکھ بھال اور تلذذ عیش کے) انتفاع کی قوی خواہش ہوتی ہے، (لہذا) اس قوت خواہش کی موجودگی کی وجہ سے ایسے مرد تو اس آیت میں مراد نہیں ہو سکتے، پس ضرور ہوا کہ آیت میں ایسے مرد مراد لیے جائیں، جن کی نسبت یہ معلوم ہو کہ وہ بجمیع وجوہ عورتوں سے تمتع کی خواہش نہیں رکھتے، یہ عدم خواہش فقدان شہوت کی وجہ سے ہو، یا سرے سے اس فعل سے واقفیت ہی نہو، یا فقر و مسکنت اسکا باعث ہو۔ ان تینوں وجوہ کو پیش نظر رکھکر علماء اس مسئلے میں باہم مختلف الرائے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ "عورتوں سے خواہش نہ رکھنے والے مرد" فقراء اور محتاج لوگ ہیں، جنکو فاقہ نے ستا رکھا ہو، اور بعض کا قول ہے کہ وہ مفقود العقل اور مختل الحواس اور ابلہ اور لڑکے ہیں۔ اور بعض کی یہ رائے ہے کہ (غیر اولی الاربۃ) میں بوڑھے اور تمام وہ لوگ داخل ہیں، جو شہوت سے محروم ہوں (علاوہ ازیں) اس میں اس قسم کی اور تمام صورتیں داخل ہوسکتی ہیں۔[1]

---

[1] "والتابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال" کے الفاظ پر غور کرنیسے، اور اس نظم کلام اور سلسلہ بیان پر غور کرنے سے کہ انکو محارم کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ "غیر اولی الاربۃ" کے معنی شیخ فانی یا مفقود الشہوت کے ہیں، اسلیے کہ محارم مذکورہ فی الآیت اور تابعین غیر اولی الاربۃ پر کشف زینت خفیہ کی علت ایک ہے،

ہشام بن عروہ نے زینب بنت ام سلمہ سے، اور انھوں نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآب ام سلمہ کے ہاں تشریف لائے، ام سلمہ کے پاس (ہیئت نامی) مخنث بھی موجود تھا۔ اُس مخنث نے ام سلمہ کے بھائی (عبد اللہ بن امیہ) کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ "عبد اللہ! اگر خدا نے تم مسلمانوں کو کل طائف کی فتح نصیب کی، تو میں تمکو بنت غیلان دکھلاؤں گا، (وہ بنت غیلان جسکی صفت یہ ہے) کہ اگر سامنے پھر کر کسی کو دیکھتی ہے تو چار بل اسکے پیٹ میں پڑجاتے ہیں، اور جب پیچھے پھر کر دیکھتی ہے تو پیڑو اور کولے میں آٹھ بل پڑجاتے ہیں۔ آپ نے اس مخنث کے یہ الفاظ سنکر فرمایا کہ "(اب سے) یہ مخنث تمھارے پاس کبھی نہ آیا جایا کرے۔"

نوٹ بقیہ صفحہ (۲۷) اور وہ علت اقتضائے ضرورت و حاجت ہے، اسلیے کہ اُن تمام افراد میں، جو بذریعہ حرف "او" بیان کیے گئے ہیں، ایک ہی علت مشترک نکل سکتی ہے۔ ورنہ جو بات خاوند کے ساتھ جائز ہوسکتی ہے، وہ باپ بھائی کے ساتھ جائز نہیں ہوسکتی۔ لہذا "تابعین" پر کشف زینت خفیہ کی علت "عدم اربت فی النساء" نہیں ہوسکتی، اسلیے کہ

(۱) یقیناً یہ کیسے معلوم ہوگا کہ ان تابعین کے دلوں میں چور نہیں، اور یہ عورتوں کو بنظر شہوت نہیں دیکھتے؟

(۲) اور اگر "غیر اولی الاربۃ" کے معنی مفقود الشہوت کے لیے جائیں، تو کیا اسپر طبی صداقت و شہادت کے بعد عمل کیا جائیگا؟ جو قریباً ناممکن ہے۔

(۳) اور یا جو "عدم اربت" فقر و مسکنت کیوجہ سے ہوگی، وہ ہمیشہ بجالہ قائم رہیگی؟ کہ پیٹ بھرنے کے بعد بھی اُن کو عورتوں سے غرض نہ ہوگی۔

(۴) اور یا فقدان عقل و اختلال حواس کے بعد "اربت فی النساء" نہیں رہتی؟ حالانکہ ہزارہا مفقود العقل و مختل الحواس لوگ صاحب اہل و عیال دیکھے جاتے ہیں۔

(۵) اور کیا محارم میں "اربت فی النساء" نہیں ہوتی، بلکہ اُن کی "اربت فی النساء"، تو محرمات تک پہنچ جاتی ہے۔ اور ہزارہا واقعات محارم کے محرمات کے ساتھ ملوث ہونے کے سُننے گئے ہیں، جسکا نتیجہ لزوماً یہ ہونا چاہیے تھا کہ "عدم اربت" کی وجہ سے جو بات اجازت سے رکھی گئی تھی، "وجود اربت" کی وجہ سے، اُسکے خراب نتائج دیکھنے کے بعد، محارم سے وہ بات ناجائز کردی جاتی، حالانکہ اس تلوث بمحرمات کے بعد کسی مفتی نے محارم پر عدم کشف زینت خفیہ کا فتویٰ نہیں دیا۔

یہی وہ تمام صورتیں "عدم اربت فی النساء" کی ہیں، جو امام صاحب نے بیان کی ہیں، اُن مذکورہ بالا

جناب رسالت مآب نے عورتوں کے پاس اُس مخنث کا آنا جانا اُسوقت تک جائز رکھا، جب تک یہ خیال رہا کہ وہ از قبیل "غیر اولی الاربۃ" ہی، یعنی اُسکو عورتوں کی طرف میلان نہیں، مگر جب آپ کو اُس کی باتوں سے یہ مفہوم ہوا کہ وہ عورتوں کے اوصاف و احوال کو پہچانتا ہے، اور از قبیل "اولی الاربۃ" ہے تو اُسکو عورتوں کے پاس آنے جانے سے منع کر دیا۔[1]

خصی اور مجبوب (مقطوع الذکر) کے بارہ میں بھی تین مختلف رائیں ہیں،

(۱) بعض کہتے ہیں کہ خصی اور مجبوب دونوں کے سامنے زینت باطنہ (یعنی وہ مواقع زینت جن پر آنچل ڈالے رہنے کا حکم ہی) ظاہر کرنا جائز ہی۔

بقیہ نوٹ صفحہ (۲۷) جرح ہوسکتی ہی اسلیے ہم کو لازم ہوا کہ اس آیت کے الفاظ پر غور کریں، اور دیکھیں کہ یہ تمام صورتیں۔ فقدان شہوت، فقر و مسکنت، اور اختلال و فقدان عقل وغیرہ "غیر اولی الاربۃ" سے ہی نکلتی ہیں یا نہیں، تمام بحث لفظ "غیر اولی الاربۃ" پر ہے اور اسی پر غور کرنا چاہیے۔ لفظ "غیر" کے دو اعراب ہیں۔ (۱) مجرور بر بنائے وصفیت (۲) یا منصوب بر بنائے حال۔

(۱) مجرور ہونے کی حالت میں "تابعین" موصوف ہوگا۔ اور "غیر اولی الاربۃ" اسکی صفت۔ لیکن یہ قید واقعی ہو گی نہ کہ احترازی جس سے "تابعین اولی الاربۃ" کا علیحدہ کرنا مقصود ہو، اسلیے کہ "تابعین" کہتے ہی انکو ہیں، جو "ربت فی النساء" کی غرض سے ساتھ نہ رہتے ہوں، بلکہ دوسرے کاروبار اور ضروریات کی انجام دہی کے لیے اُنسے سابقہ ہو۔

(۲) اور منصوب علی الحال ہونیکی صورت میں یہ معنی ہونگے کہ جنکی معیت و تبعیت اس حیثیت اور غرض سے نہ ہو، کہ اُنکے دل نظر بازی اور تلذذ فی النساء، اور شہوت رانی کے خیالات سے مملو ہوں، بلکہ اُن اجنبیوں کا ملنا جلنا انجام مرام دنیاوی کے لیے ہو، اسلیے کہ شریعت اسلامی معاشرت دنیاوی کو تنگ کرنے والی نہیں ہے، اور نہ انہیں عورتونکو دنیاوی کاروبار کرنے کی ممانعت ہی، اور نہ حفظ ناموس کا کہیں یہ طریقہ تبلایا گیا ہے کہ عورتوں کو محبوس رکھا جائے، بلکہ صرف تہذیب نفوس اور آنکھوں کی حیا کی تعلیم دی گئی ہی، اور اسی کو تزکیہ بخش نفوس کہا گیا ہی، جہاں خدا نے فرمایا ہی کہ "ذلک ازکی لھم"، ورنہ محبوس و مقید رکھنے کے بعد جو حفاظت ناموس کرائی جائے وہ شرافت انسانی کی معیار نہیں کہی جاسکتی، اسلیے کہ نہ اُنمیں اطاعت حکم خدا ہوگی، نہ خاوند کے حقوق کی نگہداشت اسکی علت ہوگی، اور نہ فی نفسہ اُسکی اخلاقی جرأت ہوگی، بلکہ نری بے بسی ہوگی، جسکی شرع میں کچھ عزت نہیں، اسلیے کہ اس سے اسلام کی تہذیب نفوس پر کچھ حکومت نہیں معلوم ہوتی، بلکہ اُس کی یہی مثال ہی جیسی غیر قومیں مسلمانونکی بہت سی بے عنوانیوں اور درشتیوں کو دیکھکر یہ الزام لگاتی ہیں کہ مذہب اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے، اسلیے کہ اگر اس میں کوئی خوبی ہوتی، تو وہ خود بخود لوگوں کے دلوں کو مسخر کرلیتا۔ مسلمانوں نے اسلام کو بہت بدنام کرلیا ہی، لہذا اب اُن کو چاہیے کہ اس حبس نسواں کو دور کرکے اسلام کے چہرے سے خونخواری کا دھبہ دور کرنے کی کوشش کریں۔ "ختم"

(۲) بعض کے نزدیک دونوں (خصی اور مجبوب) پر ظاہر کرنا نا جائز ہے۔

(۳) بعض کا قول ہے کہ خصی کے سامنے ظاہر کرنا تو نا جائز ہے، مگر مجبوب کے سامنے ظاہر کرنا جائز ہے۔

(۱۲) بارہویں صورت۔ قولہ تعالےٰ "اوالطفل الذین لم یظھروا علیٰ عورات النساء" یعنی (عورتوں کو اپنی زینت باطنہ کے مواقع ایسے) لڑکوں کے سامنے (کھولنا جائز ہیں) جو عورتوں کی شرمگاہ (کے افعال) سے (ابھی تک) آگاہ نہیں۔ اس صورت میں بھی چند مسائل ہیں۔

پہلا مسئلہ (آیت میں لڑکوں کی نسبت جو "لم یظھروا" استعمال کیا گیا، سو یہ "ظہور علی الشے" دو قسم پر ہوتا ہے۔

(الف) "ظہور" کے معنی صرف کسی شے پر واقف ہونا ہیں، جیسے خدا کے اس (دوسرے) قول میں مراد ہیں۔ "انھم ان یظھروا علیکم یرجموکم"۔ یعنی "اگر وہ تمہیں جان لیتے، تو تم پر رجم کرتے"۔ یہاں "یظھروا کم"، بمعنی "یشعروا بکم" ہے۔

نوٹ متعلق صفحہ (۲۹) اہل عرب گداز عورت کو پسند کرتے ہیں، اور انکے ہاں یہ خوبی شمار ہوتی ہے، اس مخنث نے بنت غیلان کے گداز ہونیکو ایک استعارہ میں بیان کیا ہے کہ جب وہ ادہر ادہر مڑتی ہے، تو اسکے پیٹ میں شکن پڑجاتے ہیں۔ بنت غیلان کی شان میں یہ تعریفی الفاظ استعمال کرنیسے ہیئت مخنث کی نسبت قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ "اولی الاربۃ" میں داخل تھا، اسلیے کہ اپنے قومی اور ملکی مذاق سے بوڑھا، بچہ، اور مرد و نا مرد ہر ایک شخص واقف ہوا کرتا ہے۔ علیٰ ہذا عورتونکے حسن و جمال کی نسبت بھی اگر کسی قوم میں کوئی خاص مذاق قرار پا گیا ہو تو اسکو روزمرہ کی تحریر و تقریر میں استعمال کرنیسے اسی قوم کے کسی فرد کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسنے عورتوں کے ان خاص اوصاف کو تلذذ شہوانی کی غرض سے استعمال کیا ہے۔ پس عورتوں کی نفس خوبی و حسن کے ذکر سے کسی مخنث کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسکو عورتونکی خواہش بھی ہے، بلکہ ہیئت مخنث کو عورتوں میں آنے سے منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ پر آشوب تھا، ہر طرف سے لڑائی جھگڑے درپیش تھے۔ اور اسکا یہ حال تھا کہ وہ عورتونکے حسن و جمال کے تذکرے کرتا پھرتا تھا، جو ایک حد درجہ کی بدتہذیبی تھی، اور جس سے بڑے فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا لہذا اسکی طبیعت کے جادہ کو مضر خیال کر کے جناب رسالتمآب نے اسکے ساتھہ زیادہ خلا ملا کرنے سے منع کیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں یہی وجہ لکھی ہے۔ "اختر"

(ب) "ظہور علی الشئی" کے دوسرے معنی ہیں کسی چیز پر غلبہ اور صولت حاصل کرنا جیسے خدا کے قول "فاصبحوا ظاہرین" میں "ظاہرین" بمعنی "غالبین" ہے۔ یعنی وہ غالب ہو گئے"۔

پس بربنائے وجہ اول "عدم ظہور" کے یہ معنی ہونگے کہ ایسے لڑکے جو عورتوں کی شرمگاہوں کے تصور سے خالی الذہن ہوں، اور بچپن کی وجہ سے یہ نہ جانتے ہوں کہ وہ ہیں کیا چیز۔ ابن قتیبہ کا یہی قول ہے۔

اور بربنائے وجہ ثانی یہ معنی ہونگے کہ ایسے لڑکے جو مجامعت کی طاقت و قوت نہ رکھتے ہوں یہ فرا اور زجاج کا قول ہے۔

دوسرا مسئلہ۔ جو لڑکا اپنے صغر کی وجہ سے عورتوں کی شرمگاہ کی باتوں سے واقف نہ ہو تو عورتوں کو ایسے لڑکے سے ستر کے چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر لڑکا مراہق (قریب البلوغ) ہے، اور عورتوں کی باتوں کو جانتا ہے، تو عورت کو ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصۂ بدن اُس سے چھپانا ضرور ہے۔ (مراہق سے) باقی حصۂ بدن کے چھپانے میں دو قول ہیں۔

(۱) عورت کو مراہق سے زانو اور ناف کے درمیانی حصۂ بدن کے علاوہ چھپانا غیر ضروری ہے اسلیے کہ وہ غیر مکلف ہے۔

(۲) پورے مرد کی طرح مراہق سے چھپانا بھی ضروری ہے، اسلیے کہ اُسکو شہوت ہوتی ہے اور عورت بھی اُسکو دیکھکر مشتہات ہوسکتی ہے۔ اور یہی معنی ہیں "او الطفل الذین لم یظہروا علی عورات النساء" کے۔

لفظ "طفل" کا اطلاق محتلم ہونے تک ہوتا ہے۔ اور بوڑھے مرد میں اگر ابھی شہوت باقی ہے تو اُسکا حکم بھی جوانوں کے مثل ہے، اور اگر شہوت باقی نہیں رہی تو اُس میں بھی دو قول ہیں۔

(۱) ایسے بوڑھے مرد کے سامنے زینت باطنہ کا اظہار جائز ہے، اور (اس بوڑھے سے) مقام ستر صرف مابین زانو و ناف ہے۔

(۲) عورت کا تمام بدن علاوہ زینت ظاہرہ، یعنی منہ اور ہاتھ کے، ایسے بوڑھے سے چھپانا چاہیے۔

خدا نے جن جن مردوں پر اظہار زینت باطنہ کو جائز فرمایا ہے، اُن میں سے یہ آخری صورت ہے۔

حسن بصری کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ تمام مستثنےٰ صورتیں جو اظہار زینت باطنہ میں مشترک ہیں مگر تاہم اُن میں تین مدارج ہیں۔

(۱) خاوند، جسکو عورت کے ساتھ وہ امور بھی جائز ہیں، جو دوسروں کو اُسکے ساتھ جائز نہیں۔

(۲) بیٹا، باپ، بھائی، دادا، نانا، خسر، اور تمام محرم اور رضاعی رشتہ دار، جو بمنزلہ نسبی رشتہ داروں کے ہیں، ان سب کو عورت کے بال، صدر، ساقیں، باہیں اور انکے ہم مثل دوسرے اعضاء کا دیکھنا جائز ہے۔

(۳) متوسلین مرد، جو عورتوں سے غرض نہیں رکھتے، اور علیٰ ہذا عورتوں کے غلام۔

جوان عورت کو، صرف قمیص اور باریک دوپٹہ سے بدون بالائی چادر کے، ان مردوں کے سامنے آنے میں کچھ قباحت نہیں، مگر ان مردوں کو یہ جائز نہیں کہ اُنکے بال اور بشرہ کو بلاضرورت گھورا کریں، بہر حال ان سب سے (زینت باطنہ کا) چھپانا افضل ہے۔

جوان عورت کو، بڑی چادر اوڑھے بغیر (اُس) اجنبی مرد کے سامنے آنا (جو ان مستثنےٰ صورتوں میں داخل نہو) جائز نہیں۔

یہ ہیں وہ مختلف مدارج جو آیت میں مشترک البیان ہیں۔

قولہ تعالیٰ "ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن"، یعنی "عورتیں (چلنے میں ایسے

ایسے دہماکے سے اپنے پیر (زمین پر) نہ رکھیں کہ لوگوں کو اُن کی اندرونی زینت (یعنی زیور) کی خبر ہو۔

ابن عباس اور قتادہ کہتے ہیں کہ نسار (جاہلیت) مردوں کے سامنے ایسے زور سے زمین پر پیر مار کر چلتی تھیں کہ اُن کی پازیبوں کی جھنکار سُنی جاتی تہی۔ اور ظاہر ہے کہ پازیبوں کی جھنکار ایک مغلوب الشہوت مرد کے حق میں ایک ایسے پکارنے والے کا کام دے گی جو عورتوں کے نظارہ کے لیے بلاتا ہو۔ خدا نے "زور سے زمین پر پیر نہ مارنے" کی علت "لیعلم ما یخفین" بیان فرماکر اس بات پر متنبہ کیا ہے کہ عورتوں کے دہمک کر چلنے سے اُنکے زیور وغیرہ کی زینت مردوں پر ظاہر نہ ہوجایا کرے۔

قولہ تعالیٰ "وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم تفلحون" یعنی اے مسلمانو! تم سب خدا کی درگاہ میں (جاہلیت کی اُن تمام رسموں سے جنکی اصلاح اس آیت میں بیان کی گئی ہی) توبہ کرو، تاکہ تم کو فلاح و بہبود نصیب ہو۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ "ان باتوں سے توبہ کرو، جنکو تم زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے، تاکہ دنیا و آخرت میں سعادت حاصل ہو۔" (تفسیر کبیر جلد ششم مطبوعہ مصر۔ از صفحہ ۳۷۴ تا صفحہ ۳۸۲)

اصل عربی	ترجمہ
(۱) فان قلت لم سوّلح مطلقاً فی الزینۃ الظاہرۃ؟ قلت لان سترھا فیہ حرج۔ فان المرأۃ لاتجد بدا من مزاولۃ الاشیاء بیدھا۔ ومن الحاجۃ الی کشف وجہھا فی الشہادۃ والمحاکمۃ والنکاح	(۱) اگر تم یہ سوال کرو کہ زینت ظاہری کے اظہار میں کیوں آسانی رکھی گئی ہی؟ تو ہم اسکا یہ جواب دینگے کہ اُسکے چھپانے میں حرج ہی اسلیے کہ عورت اپنے ہاتھوں سے چیزوں کے لین دین پر مجبور ہے، اور شہادت و محاکمہ اور نکاح کے وقت منہ کھولنے کی محتاج

وتضطر الی المشئی فی الطرقات وظهور قدمیها۔ وخاصة الفقیرات منهن۔ وهذا معنی قوله تعالےٰ "الا ما ظهر منها" یعنی الا ما جرت العادة والجبلة علی ظهوره والاصل فیه الظهور۔ (تفسیر کشاف صفحہ ۹۴)

(۲) وقیل الزینة زینتان: ظاهرة وباطنة۔ فالظاهر لا یجب سترها ولا یحرم النظر الیها۔ لقوله تعالےٰ "الا ما ظهر منها" وفیها ثلاثة اقاویل: احدها ان الظاهرة الثیاب والباطنة الخلخالان والقرطان والسواران (عن ابن مسعود) وثانیها ان الظاهرة الکحل والخاتم والخدان والخضاب فی الکف (عن ابن عباس) والکحل والسوار والخاتم (عن قتادة) وثالثها ان الوجه والکفان (عن الضحاک وعطا) والوجه والبنان (عن الحسن) وفی تفسیر علی بن ابراهیم الکفان والاصابع۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ثانی، صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ طہران)

اور راستے میں چلنے کے وقت پیر کھولنے پر مجبور ہی، اور خصوصاً محتاج عورتیں اور یہی معنیٰ "الا ما ظهر منها" کے ہیں۔ یعنی جس چیز کے کھُلے رہنے پر عادت اور جبلت جاری ہو اور اُسکا ظاہر رہنا اصل فطرت ہو (اسکا مصداق سوائے ہاتھ اور مُنہ کے اور کوئی چیز نہیں ہوسکتی)

(۲) زینت دو قسم کی ہے ظاہری اور باطنی، زینت ظاہری کا چھپانا واجب نہیں، اور نہ اُس کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اس میں دو قول ہیں۔

اول ابن مسعود سے روایت ہے کہ زینت ظاہری لباس ہی، اور زینت باطنی پازیب، بالیاں، اور کنگن ہیں۔ دوم ابن عباس سے روایت ہی کہ زینت ظاہری سرمہ انگوٹھی، رخسارے اور ہاتھوں کی مہندی ہے۔ اور قتادہ سے روایت ہے کہ وہ سرمہ، کنگن اور انگوٹھی ہی۔ سوم ضحاک اور عطا سے روایت ہی کہ زینت ظاہری مُنہ اور ہاتھ ہیں۔ اور حسن سے روایت ہی کہ وہ مُنہ اور اُنگلیاں ہیں۔

اور تفسیر علی بن ابرہیم میں بھی ہاتھ اور اُنگلیاں اسکے مفہوم میں داخل کی گئی ہیں۔

(۳) "الا ما ظهر منها" اراد به الزينة الظاهرة۔ واختلف اهل العلم فی هذه الزينة الظاهر التی استثناها الله تعالیٰ۔ قال سعيد بن جبير والضحاك والاوزاعی هو الوجه والكفان۔ وقال ابن مسعود هی الثياب بدليل قوله تعالیٰ "خذوا زينتكم عند كل مسجد" واراد به الثياب وقال الحسن الوجه والثياب۔ وقال ابن عباس الكحل والخاتم والخضاب فی الكف۔ فان من الزينة الظاهرة جاز للرجل الاجنبی النظر اليها اذا لم يخف فتنة وشهوة۔ فان خاف شيئاً منها غض البصر۔ وانما رخص فی هذا القدر ان تبديه المرأة من بدنها لانه ليس بعورة۔ (تفسير معالم التنزيل جلد ثالث ص۲۰۰ مطبوعہ بمبئی)

(۴) "لا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها" وهو الوجه والكفان فيجوز نظره لاجنبی ان لم يخف فتنة (تفسير جلالين)

(۵) "الا ما ظهر منها" عند مزاولة الامور التی

(۳) خدا نے "الا ما ظهر منها" سے زینت ظاہری مراد لی ہے۔ علماء نے اس زینت ظاہری کی تعیین میں، جسکو خدا نے مستثنیٰ فرمایا ہے، اختلاف کیا ہے۔ سعید بن جبیر، ضحاک، اور اوزاعی کہتے ہیں کہ اس سے مُنہ اور ہاتھ مراد ہیں۔ ابن مسعود بدلیل آیت "خذوا زینتکم عند کل مسجد" زینت ظاہری سے کپڑے مراد لیتے ہیں۔ حسن منہ اور ہاتھ مراد لیتے ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ زینت ظاہری سے سرمہ، انگوٹھی اور ہاتھوں کی مہندی مراد ہے، اجنبی مرد کو زینت ظاہری کا دیکھنا جائز ہے، بشرطیکہ شہوت وفتنہ کا خوف نہو۔ اور اگر کسی بات کا اندیشہ ہو (تو زیادہ سے زیادہ) آنکھیں نیچی کر لے۔ عورت کو اپنا بدن کھولنے کی اسلیے اجازت دی گئی ہے کہ مُنہ اور ہاتھ داخل حجاب نہیں۔

(۴) "الا ما ظهر منها" سے مُنہ اور ہاتھ مراد ہیں۔ اگر اندیشۂ فساد نہو تو اجنبی مرد کو اجنبی عورت کا مُنہ اور ہاتھ دیکھنا جائز ہے۔

(۵) "الا ما ظهر منها" یعنی چیزوں کے لینے دینے کے وقت عادۃً جو کچھ کُھلا رہتا ہو،

لابد منها عادة۔ کالخاتم والکحل والخضاب ونحوه فان فی سترها حرجا بینا وقیل المراد بالزینة مواضعها علی حذف المضاف او ما یعم المحاسن الخلقیة والتزینیة والمستثنٰی هو الوجه والکفان لانها لیست بعورة (تفسیر علامہ ابو المسعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۳۵۹)

جیسے انگوٹھی، سرمہ، خضاب، اور اور اسی قبیل کی چیزیں، اسلیے کہ اُنکے چھپانے میں صریح تکلیف ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بحذف مضاف مواقع زینت مراد ہیں، یا زینت خلقی اور اکتسابی دونوں مراد لیجائیں۔ اور مستثنیٰ منہ اور ہاتھ ہیں، اسلیے کہ یہ داخل حجاب نہیں۔

(۶) فان کانت اجنبیة حرة فجمیع بدنها عورة فلا یجوز له ان ینظر الی شیء منها الا الوجه والکفین لانها تحتاج الی ابراز الوجه للبیع والشراء والی اظهار الکف للاخذ والعطاء۔ قال القفال ومعنی قوله "الا ما ظهر منها" الا ما یظهره الانسان علی عادة الجاریة وذلک فی النساء الحرائر الوجه والکفان۔ (غرائب القرآن مشهور به تفسیر نیشاپوری)

(۶) مرد جنبیہ کا تمام بدن داخل ستر ہے اجنبی مرد کو اُس میں سے کچھ بھی دیکھنا جائز نہیں، مگر منہ اور ہاتھوں کا دیکھنا جائز ہے، اسلیے کہ عورت بیع و شریٰ کے وقت منہ کھولنے کی محتاج ہے، اور لین دین کے وقت ہاتھ کھولنے پر مجبور ہے اسی تفسیر میں دوسری جگہ، قفّال کا قول منقول ہے کہ "الا ما ظہر منہا" سے وہ حصہ بدن مراد ہے جو عادت انسانی میں کھلا رہتا ہو، اور حرہ عورتوں کی عادت میں منہ اور ہاتھ کھلا رکھنا داخل ہے۔

(۷) قال ابن عباس وسعید ابن جبیر وابراهیم النخعی وهو الی "الا ما ظهر منها" الوجه والکفان (تفسیر زاهدی)

(۷) یعنی ابن عباس، سعید ابن جبیر، اور ابراہیم النخعی کہتے ہیں کہ "الا ما ظہر منہا" سے منہ اور ہاتھ مراد ہیں۔

علامہ سیوطی نے، جو ایک بہت بڑے مفسر اور نامور محدث ہیں، اور جنہوں نے اپنی

تفسیر میں از سرتاپا یہ التزام رکھا ہے کہ قرآن کی تفسیر احادیث اور آثار و فقہاء صحابہ کی رائے سے کی جائے، جو کچھ اپنی تفسیر میں "الا ما ظہر منہا" کے بحث میں لکھا ہے ہم اُس میں سے بھی یہاں نقل کرنا چاہتے ہیں۔ جس سے ناظرین کو یہ معلوم ہوگا کہ "الا ما ظہر منہا" سے مُنہ اور ہاتھ مراد لینا تفسیر بالرائے نہیں ہے، بلکہ احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ اور اُس تمام قوم نے، جس کی زبان میں قرآن نازل ہوا، یہی معنی سمجھے ہیں، اور اُن کا تعامل بھی اسی پر رہا ہے، اور اب تک ہے۔

(۸) (الف) اخرج ابن المنذر عن انس فی قوله تعالیٰ "لا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها" قال الکحل والخاتم۔

(۸) (الف) ابن منذر نے انس سے بیان کیا ہے کہ "لا یبدین زینتھن الا ما ظہر منہا" سے سرمہ اور انگوٹھی مراد ہے۔

(ب) واخرج سعید ابن منصور وابن جریر و عبد بن حمید وابن المنذر و البیهقی عن ابن عباس "ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها" قال الکحل و الخاتم والقرط والقلادة۔

(ب) سعید ابن منصور، ابن جریر، عبد بن حمید، ابن المنذر اور بیہقی، ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ "لا یبدین زینتھن الا ما ظہر منہا" سے سرمہ، انگوٹھی، اور بالیاں مراد ہیں۔

(ج) واخرج عبد الرزاق و عبد بن حمید عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ "الا ما ظهر منها" قال هو الخضاب الکف والخاتم

(ج) عبد الرزاق اور عبد بن حمید، ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ "الا ما ظہر منہا" سے ہاتھوں کی مہندی اور انگوٹھی مراد ہے۔

(د) واخرج ابن ابی شیبة و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قوله "الا ما ظهر منها" قال وجهها و کفاها و

(د) ابن ابی شیبۃ، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ "الا ما ظہر منہا" سے عورت کا مُنہ اور ہاتھ اور

الخاتم۔

اور انگوٹھی مراد ہے۔

(ہ) واخرج ابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید و ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہ "الا ما ظھر منھا" قال رقعۃ الوجہ و باطن الکف

(ہ) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، اور ابن ابی حاتم ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ "الا ما ظھر منھا" سے منہ کی ٹکیہ اور ہتیلی مراد ہے۔

(و) واخرج ابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابن المنذر والبیھقی فی سننہ عن عائشۃ انھا سئلت عن الزینۃ الظاھرۃ۔ فقالت القلب والفتخ وضمت طرف کمھا۔

(و) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور بیہقی اپنے سنن میں حضرت عائشہ سے بیان کرتے ہیں کہ اُن سے زینت ظاہرہ کی نسبت دریافت کیا گیا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ کنگن اور انگوٹھی زینت ظاہرہ ہیں، اور ساتھ ہی اپنی آستینوں کے کنارہ کو بھی شامل کر دیا۔

(ز) واخرج ابن ابی شیبۃ عن عکرمہ فی قولہ "الا ما ظھر منھا" قال الوجہ وثغرۃ النحر۔

(ز) ابن ابی شیبہ، عکرمہ سے بیان کرتے ہیں کہ "الا ما ظھر منھا" سے منہ اور گردن مراد ہے۔

(ح) واخرج ابن جریر عن سعید بن جبیر فی قولہ "الا ما ظھر منھا" قال الوجہ والکف۔

(ح) ابن جریر، سعید ابن جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ "الا ما ظھر منھا" سے منہ اور ہاتھ مراد ہے۔

(ط) واخرج ابن جریر عن عطا فی قولہ "الا ما ظھر منھا" قال الکفان والوجہ

(ط) ابن جریر، عطا سے بیان کرتے ہیں کہ "الا ما ظھر منھا" سے دونوں ہاتھ اور منہ مراد ہے۔

(ی) واخرج عبد الرزاق وابن جریر عن قتادۃ "ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا" قال المسکتان والکحل والخاتم قال قتادۃ وبلغنی ان النبی صلعم قال لا یحل

(ی) عبد الرزاق، اور ابن جریر، قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ "لا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا" سے پازیب اور انگوٹھی مراد ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ مجھے آنحضرت کے اس ارشاد کی خبر پہنچی ہے کہ "جو عورت خدا اور روز آخرت پر ایمان

لامراۃ تؤمن باللہ والیوم الاخران تخرج یدیھا الاھھنا وتقبض نصف الذراع۔

(ک) واخرج عبد الرزاق وابن جریر عن المسور بن مخرمۃ فی قولہ "الا ماظھر منھا" قال القلبین، یعنی السوٰر والخاتم والکحل۔

(ل) واخرج سنید وابن جریر عن ابن جریج قال قال ابن عباس فی قولہ "ولایبدین زینتھن الا ما ظھر منھا" قال الخاتم والمسکۃ۔ قال ابن جریج وقالت عائشۃ القلب و الفتخۃ قالت عائشۃ دخلت علی ابنۃ اخی لامی عبداللہ بن الطفیل مزینۃ فدخلت علی النبی صلعم واعرض فقالت عائشۃ انھا ابنۃ اخی وجاریۃ فقال اذا عرکت المرأۃ لم یحل لھا ان تظھر الا وجھھا والا مادون ھذا۔ وقبض علی ذراع نفسہ۔ فترک بین قبضۃ وبین الکف مثل قبضۃ اخری۔

رکھتی ہی، اسکو اپنے ہاتھہ کھولنے جائز نہیں، مگر یہانتک" اور اسکی تشریح آپنے اپنے نصف ذراع تک کی۔

(ک) عبد الرزاق اور ابن جریر، مسور بن مخرمہ سے بیان کرتے ہیں کہ "الا ماظھر منھا" سے کنگن، انگوٹھی اور سُرمہ مراد ہے۔

(ل) سنید اور ابن جریر، ابن جریج سے بیان کرتے ہیں کہ اُنھوں نے "لایبدین زینتھن الا ماظھر منھا"، کی تفسیر میں ابن عباس کا یہ قول بیان کیا ہی کہ اُس سے انگوٹھی اور پازیب مراد ہے، ابن جریج یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے کنگن اور انگوٹھی بیان کی ہی۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میرے برادر مادری عبداللہ ابن طفیل کی بیٹی مزینہ میرے پاس آئی، اور پھر آنحضرت کے پاس گئی، تو آپنے مُنہ پھیر لیا حضرت عائشہ نے کہا کہ "یہ تو میری بھتیجی ہی، اور ابھی لڑکی ہی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ "جب عورت جوان ہوجائے تو اُسکو اپنے مُنہ اور اسکے سوا کھولنا جائز نہیں"، (اسکے بعد، آپنے اپنی بانہہ پکڑی، اور ہاتھ اور گرفت کے درمیان ایک مُٹھی کی جگہ چھوڑ دی (یعنی پہونچے سے اوپر تک ہاتھوں کا کھولنا بھی جائز فرمایا)

(م) واخرج ابن داؤد وابن مرویہ والبیھقی عن عائشۃ ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی النبی صلعم وعلیھا ثیاب رقاق فاعرض عنھا وقال "یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لم یصلح الا ان یری منھا الا ھذا - واشار الی وجھہ وکفہ

(ن) واخرج ابوداود فی مراسیلہ عن قتادۃ ان النبی صلعم قال "ان الجاریۃ اذا حاضت لم یصلح ان یری منھا الا وجھھا و یداھا الی المفصل" (تفسیر در المنثور للسیوطی جلد پنجم صفحہ ۳۹ و ۴۰، مطبوعہ مصر)

(م) ابوداؤد، ابن مرویہ اور بیہقی حضرت عائشہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی بیٹی اسماء، آنحضرت کے پاس باریک لباس پہنے ہوئے آئیں، آپ نے اُنکی طرف سے مُنہ پھیر لیا، کہ اے اسماء! جب عورت جوان ہو جائے تو سوا، اسکے، اُسکے بدن میں سے کچھ دیکھا جانا جائز نہیں" آپ نے اس ارشاد کی تشریح اپنے مُنہ اور ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے فرمائی

(ن) ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں قتادہ سے جناب رسالت مآب کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "لڑکی جب حائض ہو جائے تو اُسکا مُنہ اور پہونچوں تک ہاتھوں کے سوائے، اور کچھ دیکھا جانا جائز نہیں"

ان شواہد پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض نے "زینت ظاہری" سے مواضع زینت مراد لیے ہیں، اور بعض نے زینت اکتسابی مراد لی ہے جیسے سرمہ، مہندی، انگوٹھی اور لباس وغیرہ، مگر بادنیٰ تامل معلوم ہوسکتا ہے کہ اشیاء زینت داخل حجاب نہیں ہوسکتیں، اسلیے کہ اگر وہ داخل حجاب ہوتیں تو اُنکا بدن سے علیحدہ دیکھنا بھی ناجائز ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے -

اشیاء زینت کا خارج از حجاب ہونا، اسکے صاف یہ معنی ہیں، کہ اُنکے استعمال کی جگہ داخل حجاب نہیں، گو بادی النظر میں "نفس زینت" اور "مواضع زینت" دو چیزیں نظر آتی ہیں، مگر حجاب کا حکم اُنکے محل استعمال ہی سے متعلق ہے، اور انگوٹھی یا سرمہ کاجل وغیرہ زینتوں کا دیکھنا، بدون چہرہ اور ہاتھ دیکھنے کے محال ہے۔ اگرچہ ان چیزوں کی خیالی تصویر کا ذہنوں میں آنا ممکن ہو، اور شاعرانہ چابکدستی سے معشوق کے خیالی اسٹیج پر سجادی گئی ہوں۔ اور یار لوگ اس سے مزے لے رہے ہوں۔

راقم محمد خضر۔ حیدرآباد دکن۔